اے دھند بھری شام

ناولٹ

جناح ٹرمینل کے باہر اس کی بے تاب نگاہیں کسی شناسا چہرے کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں جب دراز قامت وہ شخص سیاہ سوٹ میں غضب کی اسمارٹنیس سمیت تک سک سے تیار بالکل اس کے قریب آتے ہی ذرا سا جھکا اور سوٹ کیس اٹھاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا مضبوط قدم اٹھاتا یوں اعتماد سے پلٹ کر چل دیا جیسے وہ اس کے اسی اشارے کی ہی تو منتظر تھی دن دہاڑے اس قسم کی واردات اس کے چودہ طبق روشن کر دینے کو کافی تھی بری طرح سے بدحواس ہوتی وہ سرعت سے پیچھے لپکی۔

''ارے.....رے مسٹر بات سنیئے۔''

''آپ یو آر عائشہ آفندی فرام یوکے رائیٹ.....'' اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پلٹ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر بھی گئی یہ بات سوالیہ ہرگز نہیں تھی کہ وہ کچھ بول پاتی، لہجہ پراعتماد ہی نہیں ٹھوس بھی تھا عاشی جو اپنی دھن میں برق رفتاری سمیت بڑھی تھی۔ یوں اچانک رکنے اور پلٹنے پہ خود کو اس کے فولادی شانے سے بری طرح ٹکرانے سے کسی طرح بھی بچا پائی۔

''یس رائیٹ۔'' جواباً وہ اسے گھور کر یہی کہہ پائی تھی جب کہ وہ اسی بے نیازی و اعتماد سمیت لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھا تھا یہ دیکھے بغیر کہ وہ اس کے پیچھے آ رہی ہے یا نہیں۔

''آپ تایا ابا کے بیٹھے ہیں، سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔''

سوٹ کیس اور بیگ گاڑی کی ڈگی میں رکھنے کے بعد اس کے لئے فرنٹ ڈور اوپن کرتا وہ خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا گاڑی اس کے بیٹھتے ہی ایک جھٹکے سمیت حرکت میں آئی تھی کچھ دیر باہر کے نظارے میں مگن رہ کر وہ اس کی سمت متوجہ ہوئی گفتگو کا آغاز کر گئی۔

دوسری سمت بلا کی بے نیازی و بے اعتنائی دیکھنے میں آئی وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جیسے

نرم و نازک بے تحاشا حسین دلکش پیکر اس کے پہلو میں موجود ہی نہ ہو اس کی یہی بے نیازی عائشہ کو کھٹکانے کا باعث بنی تھی جبھی وہ ذرا سا رخ پھیر کے اس کا جائزہ لینے پہ مجبور ہوئی تھی لمبا تڑنگا مضبوط چوڑا سراپا غضب کی مردانگی سمیٹے اس کے روبرو تھا۔ سرخ و سفید رنگت اور تیکھے نقوش، سلور نازک فریم کی پار روشن بادامی آنکھیں وہ دل کی دھڑکن کو غیر معمولی حد تک بڑھا دینے والی سحر انگیز مگر بارعب شخصیت کا مالک تھا۔

''جی تعارف اگر بہت ضروری ہے تو پھر میں عثمان حیدر ہوں آپ کے بڑے ابا کا سب سے بڑا بیٹا!'' خشک ترین روکھا لہجہ سامنے والے کے حوصلے پست کرنے کو کافی تھا عائشہ جو ہنوز اسے دیکھ رہی تھی اس قدر رکھائی سے دیئے گئے جواب پہ اچھا خاصا چونک کر بغور اسے دیکھنے لگی تھی مگر وہاں ہنوز بے نیازی کا عالم تھا۔ ''عثمان حیدر'' اس کے پھڑپھڑاتے لبوں سے نکلا تھا اس کے دل و دماغ میں جیسے آندھیاں سی چلنے لگی تھیں عثمان حیدر نے ایک نگاہ اس کے متغیر چہرے کو دیکھا تھا اور پھر سے ونڈ اسکرین پہ نگاہ جما دی۔

آفریدی پیلس میں اس کا بہت پرجوش اور والہانہ استقبال کیا گیا تھا۔ دادو تو کتنی دیر تک اسے لپٹائے روتی رہیں اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران حرا آپی، ندا اور سارا کے علاوہ نومی اور قرقان بھی اس کے آس پاس موجود مسلسل بولتے رہے اتنی جلدی وہ لوگ اس سے بے تکلف ہوئے تھے کہ وہ دل ہی دل میں حیران ہوئی ان کے دلوں کی محبت اور خلوص کو سراہتی رہی تھی۔ امی جان یعنی تائی اماں نے آ کر اس کی بھوک اور تھکن کا احساس دلایا تب حرا اور سارا اٹھ کر کچن میں بھاگی تھیں۔

''یہ کیوٹ بے بی کون ہے؟'' اس نے تین چار سالہ حنان کے پھولے ہوئے گال کو نرمی سے چھو کر ندا سے استفسار کیا تو ندا جو کسی بات پہ نومی سے الجھ رہی تھی اس کی سمت متوجہ ہوتے ہی مسکرا دی۔

''حرا آپی کا بیٹا ہے، حرا آپی کا۔'' وہ ذرا سا حیران ہوئی وہ تو انہیں بھی ندا اور سارا کی طرح ان میرڈ ہی سمجھی تھی۔

''ہوں۔'' ندا، حنان کو گود میں لے کر پیار کرتے ہوئے ہنکارا بھر کے رہ گئی۔

''کیا حرا آپی رہنے کے لئے آئی ہیں ان کی شادی کہاں ہوئی، سوری یار دوری کے بڑے مسئلے ہوتے ہیں۔'' شرمندگی کے بھرپور احساس سمیت خجالت سے کہتی وہ ندا کے متغیر چہرے پہ دھیان نہیں دے پائی تھی۔

''آپی یہیں ہوتی ہیں ان کی شادی اسلام آباد ہوئی تھی مگر.....'' تھی مگر میں کچھ ایسا درد پوشیدہ تھا جو چھپائے نہیں چھپا عائشہ کچھ چونک کر بغور اسے دیکھتی گویا معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔

''شادی کے صرف ایک سال بعد ہی آپی کو طلاق ہو گئی تھی تب سے یہ ہمارے ساتھ ہیں۔'' حنان کے گرد بازوؤں کا حصار بناتے ٹھوڑی اس کے سر پہ ٹکائے وہ نظریں چرائے کہہ رہی تھی اس کا نم نم لہجہ عائشہ کو گم صم کر گیا۔ حرا آپی کا ریزرو سا انداز اور بھیگی بھیگی ویران آنکھیں انتہائی سادہ روپ از خود ان پہ بہت ٹوٹنے والی المناک داستان کا گواہ تھا۔

''عاشی چائے یہیں لے آؤں یا پھر.....''

''نہیں آپی میں یہیں سب کے ساتھ پیئوں گی۔'' حرا آپی کی اچانک آمد پہ وہ ہڑبڑاتے ہوئے سیدھی ہوئی اور فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی ایک مغرور سا چہرا اسے وہاں سے اٹھنے پہ اکسا رہا تھا اپنی پل بھر میں بدلتی اس کیفیت پہ وہ حیران ضرور ہوئی اگر جو اس پہ غور کرتی۔

اس کی ڈریسز بنس کے خیال سے سارا اور ندا نے اپنا بیڈروم اس کے لئے خالی کر دیا تھا اور خود حرا آپی کے روم میں شفٹ ہو گئی تھیں جب کہ حرا آپی نے اس کے تمام ڈریسز سوٹ کیس سے نکال کر پریس کرنے کے بعد سلیقے سمیت رات ہی اس کی وارڈروب میں لٹکا دیئے تھے جب کہ ندا اور سارا نے اس کی استعمال کی تمام اشیاء کو واش روم اور ڈریسنگ ٹیبل پہ سیٹ کر دیا تو ہلکی ہلکی باتوں ۔۔۔ دوران جس طرح انہوں نے منٹوں میں کام نپٹائے تھے عائشہ ان کے سگھڑاپے اور سلیقے کی قائل ہو کر رہ گئی تھی۔ رات جگہ اجنبی ہونے کی بدولت اسے بہت دیر سے نیند آئی شاید یہی وجہ تھی کہ صبح آنکھ کھلی تو پونے دس ہو رہے تھے حرا آپی کچھ دیر قبل ہی اسے جگا کر گئی تھیں تاکہ وہ فریش ہو لے اور خود اس کے لئے ناشتہ بنانے چلی گئیں جب کہ وہ ابھی تک کسلمندی سمیت بستر میں دراز جمائیاں لے رہی تھی۔

''سارا، ندا کہاں ہو بھئی کب سے بلا رہا ہوں۔'' دروازہ ہلکے سے ناک کرتا ہوا وہ پکارتا اپنے دھیان میں اندر آیا تھا۔ عائشہ جو رات اور شام محض اسے ایک نگاہ دیکھنے کی چاہ میں سب کے ساتھ چائے اور کھانا کھانے گئی تھی مگر مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا اب اسے یوں غیر متوقع طور پر اپنے روبرو پا کے یکلخت اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''آ..... آپ۔'' جب کہ وہ اسے وہاں دیکھ کر جھٹکا کھا کر تھما تھا پورے کمرے میں گھوم کر اس کی متلاشی نگاہ اس کی سمت اٹھتے ہی خفت زدہ انداز میں فی الفور جھک گئی بلیک ٹائی میں بے تکلفانہ انداز میں دونوں ہاتھ اٹھا کر بالوں کو کیچر میں جکڑتی وہ اپنی بہکا دینے والی خوبصورتی کے باوجود اس کے چہرے پہ ناگواری کی شکنیں پھیلا گئی۔ اگلے ہی لمحے وہ لب بھینچ کر پلٹا تب وہ ب

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب 135/-
خمار گندم 200/-
دنیا گول ہے 225/-
آوارہ گرد کی ڈائری 200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں 200/-
چلتے ہو تو چین کو چلئے 130/-
نگری نگری پھرا مسافر 175/-
خط انشاجی کے 200/-
بستی کے اک کوچے میں 165/-
چاند نگر 165/-
دل وحشی 165/-
آپ سے کیا پردہ 250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو 200/-
انتخاب کلام میر 60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر 60/-
طیف غزل 20/-
طیف اقبال 20/-

لاہور اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

سا فقرہ پکار گئی۔ عثمان کے وجود کو خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔

"ندا اور سیلا یہاں نہیں ہیں وہ رات دوسرے بیڈ روم میں سوئی تھیں۔"

"بہت شکریہ اس اطلاع کا اگر مجھے پتہ ہوتا وہ لوگ یہاں نہیں تو میں یہاں آتا بھی نہیں بہر حال میں معذرت خواہ ہوں کہ....."

"اٹس آل رائیٹ، عثمان آپ میرے فرسٹ کزن ہیں اور پھر اس کے علاوہ....." عثمان نے جھٹکے سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا اس کے علاوہ اس نے تنفر زدہ انداز میں کہہ کر سرد نگاہوں سمیت اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا جس پہ اتنے حسین رنگ بکھرے تھے کہ نگاہ ٹھٹھک کر رک جاتی۔

"آ..... آپ کو نہیں پتہ۔" اس نے لرزتی پلکوں کی باڑھ اٹھا کر پل بھر کو اسے دیکھا اور گنگ ہو گئی اس کے چہرے پہ موجود تاثر رات سے چھلکتی ناگواری شدید قسم کی برہمی میں ڈھل چکی تھی۔

"تو گویا آپ اس سابقہ عہد کی تجدید کی خواہاں ہیں جسے ہمارے بڑے بھلا بھی چکے۔" اس کے لبوں پہ زہر خند پھیلا۔ عائشہ کا چہرا پھیکا پڑ گیا۔

"واٹ ڈو یو مین۔" اس نے ہکلا کر کہا تھا۔ وہ نخوت سے سر جھٹک کر اسے دیکھتا پلٹ گیا۔

"مس عائشہ آفندی! بہتر ہو گا کہ اپنے بڑوں کی طرح آپ بھی بھول جائیں۔" دروازے کے پاس پل بھر کو تھم کر اسے اپنی سرد نگاہوں سے دیکھتا ہوا وہ پتہ نہیں اسے مشورہ دے گیا تھا یا آرڈر وہ سمجھ نہیں پائی البتہ یہ ضرور کیا تھا کہ بیڈ پہ گر کر زور زور سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"ایسا ممکن نہیں۔"

"تمہیں ہمارے بھائی کیسے لگے۔" ندا نے کسی بات پہ زور سے ہنستے ہوئے بالکل اچانک اس سے سوال کر لیا تھا۔

"بہت ڈیسنٹ شاندار اور امپریسو۔" اس نے بلا جھجک کہہ ڈالا تھا۔

"میں عثمان بھائی کی بات کر رہی ہوں۔" ندا نے ہونق ہو کر کہا تھا۔ اس کے گمان تک نہ تھا وہ اتنی سہولت سمیت یہ سب کہہ دے گی۔

"میں بھی انہیں کی بات کر رہی ہوں، ورنہ فرقان بھائی اور نومی ہرگز امپریسو اور ڈیسنٹ شخصیت نہیں رکھتے۔" اس کا مسکراتا ہوا لہجہ صاف چغلی کھا رہا تھا اس کی غیر سنجیدگی اور شوخی کی۔

"تمہیں پتہ ہے وہ تمہارے فیانسی ہیں اتنی بے شرمی سمیت اپنی رائے کا اظہار کر رہی ہو شیم آن یو۔" ندا جو اس سے محض چند ماہ بڑی تھی ان گزرے ہوئے دنوں میں اس سے اتنی بے تکلف تو ہو گئی تھی کہ یوں دھپ کھا کر کہتے ہوئے لتاڑ کے رکھ سکتی۔

"بہت اچھی طرح سے پتہ ہے کہ وہ دنیا کا خشک ترین روکھا پھیکا سا انسان میرے پلے بندھنے والا ہے ہائے ہائے مجھے تو ابھی سے خود پہ رحم آنے لگا ہے کیسے گزرے گی ایک ان رومینٹک روڈ مگر بے انتہا ہینڈسم اینڈ چارمنگ پرسنالٹی کے ساتھ میری زندگی۔" آخر میں اس کا قابل رحم لہجہ انتہائی شوخی سمو کر کھنک سا گیا تھا۔ ندا ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی۔

"سنو کیا واقعی تمہارے برادر ایسے ہیں روڈ اینڈ گریسو یا پھر محض پوز کرتے ہیں اپنی شخصیت کی شو مارنے کے لئے۔" وہ اچانک سنجیدہ ہوئی۔

"نہیں وہ سچ مچ ایسے ہی ہیں یعنی بارعب، ریزرو اور ڈیسنٹ۔" ندا نے ہنسی روک کر سرخ چہرے سمیت بتایا۔

"تو ایسا کرو انہیں بشریٰ رحمٰن کے ناول پڑھاؤ یار یا پھر انڈین موویز دکھاؤ، قسم سے یار

میں تو ایسا معصیس کے سوالوں جیسا خشک ہزبینڈ بالکل افورڈ نہیں کر سکتی۔" اسے مسلسل شرارت سوجھ رہی تھی۔ ندا کے حلق سے ایک بار پھر ہنسی کا فوارہ چھوٹا تھا "ندا" اس بھاری بھرکم خشک آواز پہ ندا کی تو ہنسی تو تھمی ہی تھی عائشہ بھی اپنی جگہ سن ہو گئی۔

"ایک کپ چائے بہت اسٹرانگ قسم کی بنا کر میرے کمرے میں دے جاؤ، ساتھ میں اگر ڈسپرین مل جائے تو اچھی بات ہے۔" اسی مدھم بھاری لہجے میں کہتا وہ ایک نگاہ عائشہ کے سرخ ہو کر دہکتے جھلسے چہرے پہ ڈالتا پلٹ کر چلا گیا۔ عائشہ یوں تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو تک نہ ہو اگر اس نے وہ ساری بات سنی تھی تو اس سے آگے وہ گھبراہٹ میں کچھ سوچ نہ سکی۔

ٹی وی پہ کوئی میوزیکل شو براہ راست دکھایا جا رہا تھا عاطف اسلم اسٹیج پہ اچھل کود کرتے ہوئے حاضرین و ناظرین کو اپنی بے ہنگم آواز سے پتہ نہیں بے زار کر رہا تھا یا لطف اندوز اب یہ اپنے اپنے ذوق پہ ڈپینڈ کرتا تھا وہ سب ٹی وی لاؤنج میں صوفوں، فلور کشن اور کارپٹ پہ بے ترتیبی سے پڑے ٹی وی کی سمت متوجہ ہونے کی بجائے مالٹے، چائے اور ڈرائی فروٹس سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ہنسی مذاق میں مگن تھے نومی اور فرقان کی کسی بات پہ بحث ہوئی تھی جواب دھواں دھار لڑائی کا روپ دھار کر کشن مار معرکے میں ڈھل چکی تھی۔ کچھ فاصلے پہ بلیک ہاف پینٹ جس کے پائنچوں پہ فرل لگی تھی اور سلیولیس ریڈ ٹاپ میں عائشہ فلور کشن پہ بیٹھی جوشیلے نعروں سمیت انہیں مزید بھڑکا کی کوشش میں مصروف تھی جب ایش گرے پینٹ کوٹ میں عثمان حیدر اپنے چونکا دینے والے وجیہہ سراپے سمیت ہاتھ میں بریف کیس لئے اندر آیا تھا۔

"واٹ نان سنس، کیا ہو رہا ہے یہ۔" اس کی ناگواری چھلکاتی سرد پھنکارتی آواز پہ ہی وہ سب جیسے اس کی آمد سے باخبر ہوئے تھے اور اگلے ہی پل اپنا اپنا مشغلہ ترک کرتے جیسے شرافت کے جامے میں آ گئے۔

"ہر وقت بچوں کی طرح ری ایکٹ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے آپ کو پڑھے لکھے باشعور ہو کے بھی ماڈ دھاڑ زیب دیتے ہیں کبھی غور کیا۔" تلخ ترین نگاہ ان جھکے ہوئے سروں پہ ڈالتا بریف کیس صوفے پہ اچھال کر کڑے لہجے میں کہتا وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ہوا جیسے ہی پلٹا نگاہ بالکل ساکت بیٹھی عائشہ سے الجھ گئی، اس کا حلیہ اسے لب بھینچ کر نگاہ کا زاویہ بدلنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

"ندا میرے لئے چائے مت بنانا۔" کمرے سے نکلتے ہوئے وہ اسی وقت اندر آئی ندا سے کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا نکلتا چلا گیا۔ عائشہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ عثمان حیدر کے چہرے کی ناگوار نگاہوں کا کسیلا پن اسے بہت واضح اپنی ناپسندیدگی سے آگاہ کر گیا تھا۔ جب شام کو وہ چینج کرنے کے بعد باہر آئی تو ندا نے پہلے ہی مقام پہ اسے ٹوکا تھا۔

"عاشی یہ ڈریس چینج کر لو۔"

"بٹ وائے۔" وہ حیران ہوئے بنا نہیں رہ پائی۔

"اس لئے کہ بھائی کو بالکل پسند نہیں سو پلیز عاشی!"

"مم..... مگر میرے پاس اسی قسم کے ڈریسز ہیں۔" اس نے بے چارگی سمیت کہا تھا۔

"تم ایسا کرو میرا کوئی بھی سوٹ پہن لو مگر....."

"اوکے بھئی اب ڈراؤ تو مت میں تمہارے اینگری برادر کے آنے سے پہلے چینج کر لوں گی آف کورس مجھے انہیں خفا تو نہیں کرنا۔" اس نے کچھ اس انداز میں شرما کر کہا تھا کہ ندا ہنس پڑی تھی جب کہ وہ شغل میلے میں کھو کر وقت

پہ دھیان نہیں دے پائی۔ چینج نہیں کیا تھا۔" ندا کو تشویش ہوئی۔

"اوکے اٹس آل رائیٹ، اب کرلو جا کے۔"

اس کے شرمندگی و خجالت بھرے انداز میں سر جھکانے پہ وہ نرمی سے کہتی اس کے شانے تھپک کر بولی تو عائشہ لب کچلتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔

جب وہ یہاں آ رہی تھی تب ممی نے اسے خاص تاکید کی تھی کہ وہ اس قسم کے لباس وہاں لے کر نہ جائے تو اسے شدید قسم کا اختلاف ہوا تھا۔

"مگر کیوں جب میں یہاں یہ کپڑے پہن سکتی ہوں تو وہاں کیوں نہیں۔"

"میکے اور سسرال میں یہی فرق ہے میکے میں لڑکی جو کچھ نہیں بھی کرتی سسرال جا کے کرنا پڑتا ہے۔" ممی نے نرمی سے گویا سمجھایا تھا ایک دو بار پہلے بھی گفتگو کے دوران وہ اسے بتا چکی تھیں کہ جب اس کی پیدائش ہوئی تھی اس کے تایا نے تب ہی اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے عثمان حیدر سے اسے منسوب کر دیا تھا کہ دونوں کی عمروں میں کم و بیش گیارہ بارہ سالوں کا فرق تھا اس کے باوجود جب انہوں نے اپنے دونوں چھوٹے بیٹوں کو چھوڑ کر عثمان کے لئے اسے مانگا تو پاپا نے بھی یہ سوال نہیں اٹھایا کہ عمروں کا یہ فرق ان کے درمیان کوئی مسئلہ کھڑا کرے گا کیونکہ اس کی زندہ و جاوید مثال ان کی اپنی زندگی تھی۔ ممی ان سے پورے گیارہ سال چھوٹی تھیں، تائی اماں کی ہی چھوٹی بہن تھیں اور ان کی پاپا سے لو میرج ہوئی تھی دونوں کی زندگی اتنی خوبصورت تھی تو پھر ان کی بیٹی اپنے سے بارہ سال بڑے شوہر کے ساتھ کیوں خوش نہیں رہ سکتی۔

"آپ کو پتہ ہے مما بچپن کے یہ رشتے ناطے فضول بات ہے پھر بھی آپ نے مجھے اس بیہودہ رسم کی بھینٹ چڑھایا خود سوچیں جس شخص کو میں نے دیکھا تک نہیں اس کے ساتھ زندگی کیسے گزار سکتی ہوں۔"

وہ نئے دور کی لڑکی تھی اپنی پسند اور مرضی کو اولیت دینے والی اس بات سے آگاہ ہوتے ہی منہ زور گھوڑی کی طرح بدکی تھی۔

"عثمان حیدر بہت نائس لڑکا ہے جانتی ہوں بہت اچھی طرح سے اسے کچھ بھی کہنے سے قبل اس نے ایک بار مل لو مجھے بھرپور بھروسہ ہے کہ تمہارا جواب اثبات میں ہوگا۔"

"اچھا۔" وہ طنزاً ہنسی تھی۔

"اگر آپ کا بھروسہ قائم نہ رہ سکا۔ وہ اپنے سے بارہ سال بڑا آدمی مجھے پسند نہ آیا تو۔" اس نے تمسخر سے پوچھا تھا۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی۔" ممی نے گویا بات ختم کرنا چاہی مگر وہ اس بات کو یوں ختم نہیں کر سکتی تھی کوئی حتمی رنگ دیئے بغیر جبھی جرح پہ اترتے ہوئے بولی تھی۔

"تب میں اس سے شادی نہیں کروں گی، ممی یہ سن لیں زندگی میری ہے اور اس پہ سب سے زیادہ حق بھی میرا ہے میں اسے اس قسم کی رسم و رواج کے بھینٹ نہیں چڑھا سکتی۔" اس کا لہجہ تنفر زدہ اور بے لچک تھا۔ ممی کچھ دیر تلک اسے دیکھتی رہی تھیں پھر کچھ کہے بغیر چلی گئیں اور تب اس نے محض ضد میں آ کر تمام کپڑے رکھے سوائے شلوار سوٹ کے یہ نہیں تھا وہ یہ کپڑے پہنتی نہیں تھی بس اسے ضد ہو گئی تھی اسے اپنی نازک اندام خوبصورتی اور دلکش سراپے کا بہت زعم تھا۔

عثمان حیدر کیسا ہوگا اس نے اس پہ سوچا ہی نہیں، وہ بس اتنا جانتی تھی اپنی خوبصورتی کی پوری طرح اجاگر کر کے وہ اس عثمان حیدر کے ضرور چودہ طبق روشن کرے گی اور اگر وہ اسے

پسند نہ آیا تو اسے ٹھوکر مار کے چلی آئے گی مگر تقدیر کو کچھ اور منظور تھا پہلے ہی قدم پہ اسے منہ بل گرا دیا۔ عثمان حیدر کی مقناطیسی شخصیت کے چارم میں وہ پہلے ہی نگاہ میں ایسی جکڑی کہ اپنا تمام کا تمام طنطنہ بھلا گئی یاد تھا تو فقط یہ کہ وہ شخص اس کی ملکیت تھا اور اسے اس سے کوئی نہیں چھین سکتا اس پہ فقط اسی کا حق تھا اور بس مگر جس طرح عثمان حیدر نے اب تک اسے اگنور کیا تھا وہ قدرے ٹھٹھک گئی تھیں۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' کچن میں آ کر باسکٹ سے سرخ تروتازہ گاجر اٹھا کر کترتے ہوئے وہ اچھل کر اسٹول پہ چڑھی تھی۔

''گجریلا بنا رہے ہیں، ویسے تم بھی بنانا سیکھ لو کیونکہ یہ بھائی کی فیورٹ ڈش ہے۔'' ندا نے تیزی سے گاجریں کش کرتے ہوئے پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے شوخی سے فقرہ اچھالا تو اس کا اجالا روشن چہرا یکلخت بے تماشا سرخ پڑ گیا۔

''بھائی آپی سے خفا ہیں یہ بھی منانے کا ایک خاص انداز ہے کہ انہیں ان کی پسند کی ڈش پیار سے پیش کی جائے اور اصرار سے کھلائی جائے۔'' ندا مسلسل جملے چھوڑ رہی تھی۔

''پھر تو واقعی سیکھنا پڑے گا۔'' وہ اس پہ جھک کر گنگنانے کے انداز میں بولی تو ندا زور سے ہنس پڑی تھی۔

''بائی داوے آپی! وہ آپ سے خفا کیوں ہوتے ہیں۔'' اس نے کش کی ہوئی گاجریں پلیٹ میں منتقل کرتیں حرا آپی کو دیکھ کر استفسار کیا تو ان کا کندنی چہرا یکلخت دھواں دھواں ہوا تھا اور آنکھیں آن واحد میں پانیوں سے چھلکنے کو بے تاب نظر آئیں وہ متحیر میں انہیں دیکھتی رہ گئی۔ جب کہ وہ لب کچلتی سب کچھ چھوڑ چھاڑ سرعت سے کچن سے نکل گئیں۔ عائشہ ششدر سی بیٹھی رہ گئی۔

''انہیں کیا ہوا کوئی پرابلم ہے۔'' ندا وہ معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے کسی طور بھی استفسار کیے بغیر نہ رہ پائی۔

''ہوں ایکچوئلی آپی کے لئے ایک پروپوزل ہے بہت اچھے لوگ ہیں لڑکا تو بھائی کا کلاس فیلو رہ چکا ہے، پوسٹ بھی اچھی ہے، آپی کو کہیں اتفاقاً دیکھ لیا تو پروپوزل بھجوا ڈالا۔ یہاں سے تمام حقیقت جان لینے کے بعد بھی وہ باخوشی آپی کو اپنانے پہ آمادہ ہیں مگر آپی کہتی ہیں وہ مزید رسک نہیں لے سکتیں، پتہ نہیں وہ شخص ان کے بیٹے کو باپ کا پیار دے بھی پائے گا یا نہیں جب کہ بھائی اپنے دوست کی گارنٹی دیتے ہیں۔'' ندا سر جھکائے بہت مدہم آواز میں بتا رہی تھی، عائشہ نے بے اختیار گہرا سانس بھرا۔

''تو ٹھیک ہے اگر آپی رضامند نہیں تو عثمان کو جبر نہیں کرنا چاہیے وہ اپنی زندگی کو خود اچھی طرح سمجھتی ہیں۔''

''مگر عاشی یہ بھی تو دیکھو ان کی زندگی اس طرح کیسے.....''

''بھائی ہیں نا ان کے پھر پیرنٹس بھی اچھی گزر سکتی ہے زندگی عثمان کیوں اس بات کو ایشو بناتے ہیں۔'' وہ تیز ہو کر بولی تو ندا نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔

''اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔'' عاشی آپی جذباتیت میں اپنے بیٹے کے لئے سوچ رہی ہیں جب کہ ان کی اپنی پہاڑ سی زندگی ہے جو تنہا بتانا۔''

''تنہا کیوں بتا رہی ہوں نا کہ پیرنٹس ہی نہیں ان کی فل فیملی ہے انہیں ہر طرح سپورٹ دینے کو۔''

''پھر وہ کیوں کمزور پڑنے لگیں بہر حال میں عثمان سے بات کروں گی۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولی تو ندا اس چانک فیصلے اور جرأت پہ متحیر رہ گئی۔

''بھائی سے تم ہاں، بالکل اور تم دیکھنا میں
منوا کے بھی رہوں گی تم جانتی نہیں ہو عائشہ آفندی
کی طاقت کو۔'' وہ جانے کس زعم میں مسکائی تھی
پھر اندا کے روکنے باز رکھنے کے باوجود وہ اسی
رات عثمان سے بات کرنے کی خاطر اس کے بیڈ
روم میں چلی آئی وہ اسی وقت باتھ لے کر نکلا تھا۔
جینز پہ صرف بنیان پہنے جس وقت وہ باہر آیا اس
کے گمان تک نہ تھا وہ اس کی منتظر ہوگی۔
''تت..... تم کیا کر رہی وہ یہاں؟'' اس
وقت بیڈ پر پڑی شرٹ جھک کر اٹھاتے ہوئے وہ
عجلت بھرے انداز میں پہن کر جس قدر تلخی سے
بول سکتا تھا بولا تھا اس کے چہرے پر موجود درشتگی
اور سرد پن بہت واضح انداز میں بتا رہا تھا کہ اس
طرح اس کا وہاں چلے آنا اسے کس درجہ ناگوار
گزرا ہے مگر عائشہ کو گویا مطلق پرواہ نہیں تھی۔
''مجھے جو بات آپ سے کرنا تھی وہ یہاں
ہی ہو سکتی تھی۔'' اس کا اطمینان قابل ستائش ہرگز
نہیں تھا عثمان کو اس کی ڈھٹائی پہ تاؤ آیا تھا۔
''ایسی کیا بات ہے جو آپ موقع محل دیکھے
بنا مجھ سے کرنے چلی آئیں، جائیں اپنے کمرے
میں جو کچھ بھی کہنا ہوگا صبح کہیے۔'' وہ گویا انگارے
کی مانند چٹخا۔ عائشہ کو پہلی بار اہانت کا احساس
جگا۔ وہ صاف صاف لفظوں میں اسے کمرے
سے نکل جانے کو کہہ رہا تھا۔
''کیوں یہاں اس طرح میری بات سننے
میں آخر کیا قباحت ہے۔'' جواب میں وہ تیکھے
چتونوں سمیت بولی تو عثمان حیدر دانت بھینچتا ہوا
اسے چبھتی نظروں سمیت گھورنے لگا۔
''بولیں کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ۔'' اس
نے جیسے بھرپور ضبط کا مظاہرہ کیا تھا۔
''حرا آپی شادی نہیں کرنا چاہتی تو یقیناً ان
کا پہلا تلخ تجربہ انہیں ایسا کرنے سے روک رہا
ہے پھر آپ کیوں انہیں فورس کر رہے ہیں۔'' وہ
چھوٹتے ہی بولی تھی یوں جیسے یہ خوف ہو کہ وہ اپنی
ہی بات سے مکر جائے گا۔
''مس عائشہ آفندی آئی تھینک دس آز مائی
فیملی میٹر سو پلیز آپ اس میں انٹرفیئر نہ ہوں تو
بہتر ہے۔ کیونکہ ہم کسی بھی باہر والے کی مداخلت
اپنے معاملات میں برداشت نہیں کر سکتے اٹس
کلیئر اب جائیں یہاں سے۔'' ایک ایک لفظ چبا
کر کہتا وہ اس پہ اس کی اوقات اتنے اچھے انداز
میں واضح کر گیا تھا کہ عائشہ آفندی بھیگے پڑتے
چہرے سمیت تیزی سے پلٹ کر بھاگتی کمرے
سے نکل گئی، اپنے کمرے میں آنے کے بعد وہ
اس تذلیل پہ بہت دیر تک آنسو بہاتی رہی تھی۔

پچھلے چھ دنوں سے وہ دادی کے ساتھ
چھوٹے چچا کے ہاں تھی ابھی کل صبح ہی فرقان اس
اطلاع کے ساتھ حرا آپی کی منگنی ہو رہی ہے انہیں
لینے آیا تھا۔ دادو تو چلیں گئیں مگر وہ نہیں گئی تھی
عثمان حیدر کا انسلٹنگ رویہ یاد کر کے اس کا سامنا
کرنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا وہ کسی طور اب
اس شخص کے سامنے جانا نہیں چاہتی تھی جبھی
فرقان اور دادو کو صاف انکار کر دیا۔ فرقان دادو
سمیت مایوس لوٹا تھا ابھی کچھ دیر قبل ہی تایا ابا نے
فون پہ اسے چچا کی فیملی کے ساتھ آنے کی تاکید
کی تھی کہ منگنی کی رسم آج رات کو ہی ادا ہونا تھی مگر
اس کا پھر بھی کوئی ارادہ نہیں تھا بلکہ اس نے تو چچا
کی شہوار جو اپنے ڈیسمبر ٹیسٹ کی تیاری کے سلسلے
میں گھر پہ رک رہی تھی ساتھ ٹھہرنے کا پروگرام بنا
لیا تھا۔ چچا، چچی کے جانے کے بعد وہ شہوار کو
چائے بنانے کا کہتی کچن میں چلی آئی۔ چائے
کپوں میں انڈیلتے ہوئے اس نے کال بیل کی
آواز سنی تھی ٹرے سمیت باہر آئی تو شہوار، عثمان
حیدر کے ساتھ کسی بات پہ مسکراتی ہوئی بالکل
اچانک سامنے آ گئی۔ سفید کھدر کے شلوار سوٹ پہ
میرون سویٹر پہنے وہ اتنا شاندار نظر آ رہا تھا کہ
عائشہ کی نگاہ پل بھر کو اس کے شاندار سراپے میں

الجھ کر رہ گئی۔

''عثمان بھائی تمہیں لینے آئے ہیں عائشی!'' شہوار مسکرا کر بولی تھی۔

''آف کورس تم اس گھر کی ہونے والی بڑی بہو ہو تمہارے بغیر یہ تقریب کیسے ہو سکتی ہے۔'' شہوار نے شوخی سے ہنس کر کہا۔ عائشہ نے بھرپور سنجیدگی سمیت نگاہ کا زاویہ بدلا تو محض ایک پل کو اس کی نگاہ عثمان حیدر کی نگاہ سے چار ہوئی تھی۔ یہ تصادم بہت دل دھڑکا دینے والا تھا کہ وہ اسی سمیت متوجہ تھا، وہ ہونٹ کچل کر نظریں چرا گئی۔

''میں گاڑی میں موجود ہوں جلدی آیئے۔'' بھرپور سنجیدہ چہرے سمیت کہتا وہ پلٹا تو شہوار بوکھلا کر اسے پکارنے لگی۔

''پلیز بھائی جان چند منٹ تو رکیں چائے تو پئیں۔''

''نو تھینکس گڑیا! چائے پھر کبھی سہی اس وقت بابا ہمارے منتظر ہیں۔'' شائستگی سے معذرت کرتا ہوا وہ مضبوط قدموں سمیت باہر نکلا تو شہوار گلا کھنکار کر اسے دیکھنے لگی وہ جو بے خیالی میں اس کے مضبوط چوڑے شانوں کو دیکھنے لگی تھی۔ خجل سی ہو کر اسے چائے کا کپ تھما دیا۔

''پتہ ہے ہمارے کالج کی اکثر بیوٹی کوئین قسم کی لڑکیاں عثمان بھائی کی وجیہہ پرسنالٹی پہ فدا ہیں۔''

''تو میں کیا کروں۔'' وہ تڑخ کر کہتی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

''ارے..... رے یہ کیا بھائی باہر انتظار کر رہے ہیں محترمہ سنا نہیں آپ نے۔'' شہوار بوکھلا کر کہتی اس کے راستے میں حائل ہوئی تھی۔

''مجھے نہیں جانا انتظار کر رہے ہیں تو آئی ڈونٹ کیئر۔'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔ شہوار کو اچھا خاصا چونکا گئی۔

''خفا ہو عثمان بھائی سے۔'' اس کی گہری نگاہیں اسے اندر تک کھوج لینے پہ کمربستہ تھیں۔

عائشہ نے جواب نہیں دیا۔

''جاؤ نا۔'' اس نے باقاعدہ باہر کی سمت دھکیلا۔

''اپنے گھر سے نکال رہی ہو مائنڈ کر لوں تو۔'' وہ دھمکانے کے انداز میں بولی تھی۔

''کر لو میں پرواہ نہیں کرتی کہ اس وقت مجھے صرف اپنے بے انتہا چارمنگ سے بھائی کا سب سے زیادہ خیال ہے جو نیچے گاڑی میں آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی اسے دھکا دے کر بولی تو عائشہ اس کا ہاتھ جھٹکتی بھرپور خفگی سمیت کمرے سے نکلی تھی۔

سیڑھیاں اتر کر بیرونی حصے میں آتے ہی وہ بری طرح سے چونکی تھی اچھی خاصی تیز بارش تھی جو ہوا کی شدت کے باوجود بہت تیزی سے برس رہی تھی بھاگتے قدموں سمیت پورٹیکو میں آتے ہی گاڑی کی ہیڈ لائیٹس سے اس کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی انجن زور سے غرایا تھا اور گاڑی تیزی سے حرکت میں آتے ہی فراٹے بھرنے لگی اس نے شکایتی نگاہ اپنے ہم سفر پہ ڈالی تھی جو اس غضب ڈھاتے موسم میں بھی اس کی قربت میں اس درجہ بے نیاز نظر آ رہا تھا۔

''پتہ نہیں کیسے منایا ہو گا حرا کو میں نے یقیناً جبراً یہی سوچ رہی ہیں آپ۔'' وہ اس کی تند نگاہیں خود پہ جمی پا کر رسانیت سے بولا تو عائشہ اپنی جگہ اچھل کر رہ گئی۔

''مجھے کیا یہ آپ لوگوں کا خالصتاً ذاتی معاملہ ہے اور مجھے اس میں دلچسپی لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' بے اعتنائی دکھائی سے کہتے بھی اس کا گلا جانے کیوں رندھ گیا تھا۔

''اور ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔'' گردن موڑ کر اسے دیکھتا ہوا وہ زچ کرنے والی مسکراہٹ سمیت بولا تو عائشہ دانت پیس کر رخ

پھیر گئی اس کا جی چاہ رہا تھا اپنا سر پیٹ لے یہ دل بھی نا اسے اپنے یوں غلط موقع پہ پکڑے جانے پہ تاؤ آنے لگا۔

''اوہ شٹ۔'' گاڑی ایک جھٹکے سمیت رکی تب وہ جو اسے سرے سے نظر انداز کیے بہت دھیان سے تیزی سے چلتے ونڈ اسکرین پہ وائپرز دیکھ رہی تھی قدرے چونکی۔ عثمان حیدر جھنجھلاہٹ زدہ انداز میں گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا اس نے بے اعتنائی سمیت نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا۔ ونڈ اسکرین پہ گرتی پھیلتی بوندیں اور اس پر ہر سو بکھرا اندھیرا معاً آسمان پہ ایک چمکتی روشنی سے دراڑیں سی پڑیں اور اگلے ہی لمحے بادل بہت زور سے گرجے تھے اس کا دل دہل کر رہ گیا۔ عثمان حیدر موسم کی شدت سے بے نیاز اب گاڑی سے نکل کر بونٹ اٹھائے جھکا یقیناً خرابی دور کرنے کی کوشش میں مصروف تھا اس کا دل بے تحاشا گھبرانے لگا۔ یہ موسم یہ تنہائی اس کے اندر خوف بھر رہی تھیں بنا سوچے سمجھے وہ گاڑی سے نکل کر عثمان کے قریب جا کھڑی ہوئی دوسراہٹ کا احساس جاگا تو خوف کا یہ احساس قدرے زائل ہوا تھا خود پہ نرمی سے برستی بوندوں نے اس کے احساس کو خوشگواریت بخشی من پسند شخص کی قربت میں یوں بارش میں بھیگنے کا احساس اتنا سحر انگیز اس قدر خوبصورت تھا کہ وہ سب کچھ بھلا کر اسی ایک احساس میں گم ہو گئی اور اس کا یہ احساس بادلوں کی خوفناک گڑگڑاہٹ اور بجلی کے دل دہلا دینے والے کڑاکے پہ ٹوٹی تھی وہ کچھ اس بری طرح سے بدحواس ہو کر سراسیمہ ہوئی تھی کہ نزدیک کھڑے عثمان حیدر کے ہی وجود میں پناہ لے بیٹھی یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ اپنی جگہ عثمان چند ثانیوں کو بالکل حق دق رہ گیا وہ تو سرے سے اس کے باہر آ جانے سے بے خبر تھا کجا اس کا یوں یکبارگی خود سے لپٹ جانا اس کے حواس سے جھنجھنا اٹھے تھے۔

''یہ..... یہ کیا بدتمیزی ہے ہوش میں رہو اپنے، کس احمق نے گاڑی سے نکلنے کا مشورہ دیا تھا تمہیں۔'' اس کے ڈرے سہمے بکھرے سمٹے نرم و نازک خوشبو دار سراپے کو نہایت درشتگی کے ساتھ زور سے دور جھٹکتے ہوئے وہ سخت مشتعل نظر آیا تھا عائشہ جو خوف کے حصار میں اس غیر شعور کی طور پہ سرزد ہو جانے والی حرکت پہ ابھی دھیان بھی نہ دے پائی تھی اس قدر شدید رد عمل پہ بالکل حواس باختہ ہو کر اس زوردار جھٹکے سے سنبھلے بنا لڑکھڑا کر کسی بے جان چیز کی طرح گرنے جا رہی تھی کہ اس کے بازو کے سہارے سنبھلی تھی گویا حواسوں میں لوٹتے ہی تڑپ کر اس کے حصار سے نکلی۔

''آ..... آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں۔'' میں جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ کر وہ پھنکارتی ہوئی نگاہ اس پہ ڈال کر سرعت سے بھیگتے گال بے رحمی سے رگڑنے لگی۔

''اتنی گری پڑی نہیں ہوں مسٹر عثمان کیا سمجھ کر آپ نے اس قسم کا سلوک کیا میرے ساتھ۔'' وہ روہانسی ہو کر اس پہ چڑھ دوڑی تھی شدید قسم کی اہانت اس کے چہرے کو بنا رہی تھی۔

''کچھ نہیں اس بات پہ جان ہلکان کرنے کی بجائے محترمہ آپ گاڑی میں بیٹھیں ہمیں گھر بھی چلنا ہے۔'' وہ اس کی بات قطع کرتا ہوا اس کے لال بھبھوکا ہوئے چہرے پہ سرسری نگاہ ڈال کر رسانیت سے بولا تو عائشہ کو جیسے آگ لگی تھی بھڑ بھڑ جلتے ہوئے بولی تھی۔

''یہ بھول ہے آپ کی میں اس وقت تک کہیں نہیں جاؤں گی جب تک آپ مجھے میری بات کا جواب، کسی فضول بات کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے سمجھیں آپ بیٹھیں گاڑی میں۔'' اس کی بات قطع کرتا اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں فرنٹ سیٹ پہ اسے پٹخنے کے بعد وہ خود اندر آ کر بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا

عائشہ جھکتی پلکوں کو جھکتی ہوئی اپنے ہاتھ کی پشت پہ اس کے پر حدت ہاتھ کے لمس کو محسوس رہی تھی جو پوری شدتوں سے اپنا احساس بخشتا ہوا اس کے اندر تشنگی اور نارسائی کے عجیب احساس کو جنم دے رہا تھا۔

اس نے حرا آپی سے یہ نہیں پوچھا تھا وہ یوں اچانک اس شادی پہ کیونکہ آمادہ ہو میں اس کی دلچسپی ہر معاملے میں نا ہونے کے برابر رہ گئی تھی عثمان حیدر کو دیکھنے کے بعد پہلا احساس جو تھا وہ پسندیدگی کا تھا جو یقیناً اس کی ظاہری شخصیت کے ساتھ اس کے دل و دماغ میں پیدا ہوا تھا مگر اب، اب اسے لگا تھا جیسے اگر صرف عثمان حیدر اس کی زندگی میں نہ رہا تو کچھ بھی نہیں رہے گا گویا اس کے لئے ہر خوشی کی ضمانت عثمان حیدر کی ذات ہو کر رہ گئی تھی اپنی یہ ہار بھی اسے عزیز تر ہوتی اگر جو سامنے والے کا رویہ اس قدر دل شکن آبانت آمیز اور روکھا نہ ہوتا اس کے نزدیک تو عائشہ آفندی کی حیثیت کچھ بھی نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ وہی اس کی ہونے والی شریک زندگی ہے اس کے باوجود وہ اس کی ذات سے بے نیاز تھا تو وجہ ظاہر تھی اسے اس سے دلچسپی نہیں تھی یہ بھی ہو سکتا تھا وہ کسی اور میں انوال ہو یہ سوچ ہی اس کے دل کو اتھاہ گہرائیوں میں اتار گئی۔ پھر اس نے بہت گہرائی سمیت اس کا جائزہ لیا تھا اس کا خیال تھا وہ محض پوز کرتا ہے بن رہا ہے۔ وہ واقعی اس سے لاتعلق تھا بے نیاز تھا یہ جان لینے کے بعد وہ اس قدر ڈس ہارٹ ہوئی کہ اسے شدید قسم کا بخار ہو گیا سارا گھر اس پر الٹ پڑا مگر ایک وہی تھا جسے ایک بار مروتاً بھی اس کی عیادت کا خیال نہیں آیا جبھی تو وہ کھڑے کھڑے اس کا احوال پوچھنے نہیں آیا تھا فون پہ ممی نے اپنے آنے کی اطلاع دی تو اس نے یہ سوچ کر سر جھٹک دیا کہ حرا آپی کی شادی میں شریک ہونے کے ارادے سے آ رہی ہوں گی

اس روز وہ بہت دنوں بعد بستر سے نکلی تھی سردی کی شدت اچھے بھلے تندرست انسان کو بھی لحاف میں دبکنے پہ مجبور کر رہی تھی وہ تو پھر بیمار رہی تھی تائی اماں حرا آپی، ندا اور سارا کوئی بھی اسے بستر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا، پھر دادو تو ہر پل اس کے سرہانے رہتی تھیں وہ ان کی نماز میں مصروفیت و محویت سے فائدہ اٹھاتی چپکے سے نکل آئی تھی کہ اب بستر پہ لیٹے رہنا اس کے بس کا روگ نہیں رہا تھا سب کے سمجھانے بجھانے اور سب سے زیادہ اپنے دل سے ہار کر وہ خود کو چینج کر چکی تھی۔ جینز شرٹ اور سکرٹ بلاؤز کی جگہ شلوار سوٹ اور دوپٹوں نے لے لی تھی یہ الگ بات کہ دوپٹہ اوڑھنے کی بالکل عادت نہیں تھی جبھی ہاتھ میں ساتھ لئے پھرتی اس وقت بھی بیڈ سے اترنے سے قبل اس نے دوپٹہ اٹھا لیا تھا جو ساتھ ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔

''عثمان اب تم بھی شادی کر لو عائشہ تو ہے ہی یہیں پھر خالہ بھی آ رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ۔''

''افوہ یہ بات تم سے مجھ تک کیوں آ گئی لیو دس پلیز۔'' وہ اپنی دھن میں ہال کمرے کی جانب آئی تھی مگر اندر سے آتی آواز اسے وہیں ٹھٹھکا گئی اپنا نام اور وہ بھی اسی انداز میں اس کے اندر سنسناہٹ اور تجسس کا احساس ابھار گیا تھا۔

''تم جانتے ہو نہ کہ کس شرط پہ منوایا ہے تم نے مجھے اب اس کام کو مزید لیٹ نہیں ہونا چاہیے کل ہی امی کہہ رہی تھیں کہ میں تم سے بات کروں۔'' حرا آپی کا تنبیہی لہجہ بہت کچھ جتا رہا تھا۔

''تو میں نے انکار کب کیا ہے، مگر پلیز ابھی نہیں حرا کچھ وقت دو مجھے۔'' وہ جیسے عاجز ہو کر بولا تھا۔

''نو بالکل نہیں اب ہم مزید انتظار نہیں کر

سکتے، عائشہ ہم سب کو کتنی پسند ہے تم جانتے ہو اور امی چاہتی ہیں جلد تمہاری شادی ہو پھر تم کیوں انکار کر رہے ہو یہ بھی جانتے ہو کہ میں صرف اسی لئے مانی ہوں کہ تم اب مزید انکار نہیں کرو گے ورنہ میں بھی انکار کر سکتی ہوں۔" ان کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ عثمان جواباً ہنس پڑا۔

"تم آن حرا کیا بچوں والی باتیں کر رہی ہو۔ تم اب کچھ نہیں کر سکتیں شادی کی ڈیٹ تک فکس ہو چکی ہے اور جہاں تک محترمہ کی بات ہے پلیز پسند وہ، آپ لوگوں کو ہے مجھے کیوں قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ پتہ نہیں امی بابا کو کیا سوجی کے ایک فضول لڑکی ہے مجھ باندھ دیا۔ حرکتیں دیکھی ہے محترمہ کی بالکل احمقانہ۔" وہ تنفر سے کہہ رہے تھا۔ عائشہ سکتے کے عالم میں رہ گئی۔

"تو گویا حرا آپی اس وجہ سے مانیں کہ وہ عائشہ سے شادی کرے گویا وہ آمادہ نہیں تھا مگر اپنی بہن کی زندگی سنوارنے کی خاطر یان گیا اپنا آپ قربان کر ڈالا۔ کیا وہ واقعی ایسی تھی کہ کوئی زبردستی نا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنانے پہ مجبور ہو جاتا۔" اس کے اندر اکھاڑ پچھاڑ ہونے لگی اور آنکھیں اتنی تیزی سے بھیگیں کہ ہر منظر دھندلا گیا گویا وہ اتنی بے حیثیت تھی کہ اب اس طرح اسے کسی کے سر تھوپا جاتا منہ پہ ہاتھ رکھے سسکیاں دبائی وہ پلٹی تھی اور تیزی سے اندر بھاگ گئی۔

پھر ممی بھی آ گئیں تھیں اور پاپا بھی وہ کسی کے نزدیک خاص ہوئی یا نہیں ان کے نزدیک ضرور تھی اس کا اندازہ اسے ان کے التفات محبت اور پیار کو محسوس کر کے ہوا وہ بہل سی گئی تھی مگر دل پہ رکھا بوجھ نہ ہٹا جو اس فیصلے کی مرہون منت تھا جو اس نے عثمان حیدر کی اس روز کی گفتگو کے بعد کیا تھا چاہے دل کا خون کر کے ہی جبراً تو وہ کسی کے ساتھ کو قبول نہیں کر سکتی تھی چاہے وہ اس کا کتنا ہی پیارا کیوں نہ تھا اپنی انا اور عزت نفس کو کچل کر وہ کبھی خوشی نہیں رہ سکتی تھی ممی نے جب اسے بتایا کہ وہ بڑے ابا کے بلانے پہ آئی ہیں ان کا ارادہ حرا کی مہندی کی رات اس کا عثمان حیدر سے نکاح کا ارادہ ہے صرف نکاح نہیں ساتھ ہی رخصتی بھی تو ایک پل کو وہ بالکل گم صم ہو گئی تھی ایک بار پھر اسے لگا تھا جیسے وہ اپنے فیصلے پہ قائم نہیں رہ پائے گی۔ بالکل ویسے جیسے عثمان حیدر کو سامنے پا کر وہ خود کو ہارتا اندر سے پگھلتا محسوس کرتی تھی اس شخص کو از خود گنوانا اتنا سہل تو نہیں تھا جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔

"بس تم جلدی سے اپنا مائنڈ میک اپ کر لو ویسے عثمان میری توقع اور سوچ سے کہیں بڑھ کے ڈیشنگ ہے اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جبھی تو میری چارمنگ بیٹی کے ساتھ پیارا لگتا۔" اس کے گال نرمی سے چوم کر انہوں نے جس محبت سے کہا تھا وہ ایک بار پھر اس کی آنکھیں بھگو گیا۔

"سوری ممی مجھے عثمان سے شادی نہیں کرنا۔"

"کیوں؟"

"یہ مت پوچھیے، بس نہیں پلیز ممی مجھے فورس مت کیجئے ورنہ شاید آپ کی بیٹی بری طرح سے ٹوٹ جائے۔" بھیگتے ہوئے رندھے گلے سمیت کہتی وہ اٹھ کر واش روم میں بند ہو گئی پھر اس کی ایک نا ہاں ہی نہ بدلی۔ جس نے بھی سنا حیرت و غیر یقینی سے ساکن رہ گیا۔ پاپا تو بالکل خاموش ہو گئے تھے اور انہوں نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔

"اگر عاشی راضی نہیں ہے تو میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔" یہ بات انہوں نے ڈائننگ ٹیبل پہ سب کی موجودگی میں کی تھی اور بہت شائستگی سمیت بڑے بھائی سے معذرت کر لی۔ عثمان کا سالن کے ڈونگے کی سمت بڑھتا ہاتھ وہی ساکت

رہ گیا اس نے ایک وقت بہت سی نگاہوں کو خود پہ اٹھتے محسوس کیا تو اب بھیجتا ہوا کسی کو بھی دیکھے بنا کرسی اچھل کر اٹھ گیا۔ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے بابا کے لبوں سے سرد آہ نکلی جب کہ امی تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ اسی رات کسی نے بھی ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا جب کہ عائشہ اپنے کمرے میں موجود اس تمام بات سے یکسر لاعلم رہی تھی۔

''مجھے حیرت ہے اس نے انکار کیوں کیا، وہ ایسی تو نہیں تھی کہ یوں صاف منع کر دیتی۔'' امی کو رہ رہ کر ملال کھا رہا تھا برسوں پرانا خواب جو اسے بہو کے روپ میں دیکھنے کا تھا اب بری طرح سے ٹوٹا تھا وہ بے ساختہ رو پڑی تھیں۔ عثمان وہیں کچھ فاصلے پہ موجود تھا آج مایوں تھی اور کسی حد تک گھر مہمانوں سے بھر چکا تھا اخبار سے نگاہ ہٹا کر اس نے ایک نگاہ ماں کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر چلا گیا۔

مہندی لگے کی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے کی ساری رات
جا کے تم ساجن کے ساتھ
بھول نہ جانا یہ دن رات

وہ اندر آیا تو لڑکیاں بالیاں ڈھولک پہ گیت گا رہی تھیں اس کی نگاہوں نے اتنے ہجوم میں عائشہ کو کھوجا تھا۔

تجھ کو دیس پیا کا بھائے
تیرا بجنا تیرے گن گائے

معاً اسے احساس ہوا تھا کہ اتنی ساری آوازیں جو کچھ دیر قبل اس کی ہم آواز تھیں بند ہو چکی ہیں اب وہ تنہا گا رہی ہے یہ احساس ہوتے ہی اسے یکلخت بریک لگا تھا گھور کر ساتھ بیٹھی کزنز کو دیکھا تو ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے وہ یکلخت سرد پڑی تھی گرے جھر پہ ہائی نیک نما بلیک جرسی پہنے اس کا شاندار سراپا دروازے کے فریم میں ایستادہ تھا اسے اپنی سمت متوجہ پا کے اس کا دل بہت زور سے دھڑکا۔

''رک کیوں گئی گاؤ نا اتنا اچھا گاتا ہے۔'' اپنی نروس ہوتی نگاہوں کو کنٹرول کرتی وہ بظاہر بہت نارمل انداز میں بولی تھی۔

''مان بھائی کو پسند نہیں ڈھولک بجانا اور گیت گانا ان کا خیال ہے یہ ہندوانہ رسومات ہیں ہم تو ان سے چھپ کر یہاں کمرے میں اپنا شوق پورا کر رہے تھے۔'' شہوار نے تقریباً اس کے کان میں گھس کر معلومات بہم پہنچائی تھیں۔

''اچھا۔'' وہ طنزاً ہنسی۔

''انہیں پسند کیا ہے بس یہ پوچھ لو۔'' اس کا لہجہ از خود طنزیہ ہو گیا۔

''عائشہ پلیز میری بات سن لیں زیادہ وقت نہیں صرف پانچ منٹ لوں گا آپ کے۔'' چند قدم بڑھا کر اب وہ اس کے حواسوں پر چھایا ہوا اسی سے مخاطب تھا۔

''سوری مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننا، سو پلیز آپ تشریف لے جائیں۔'' دل کے بے ہنگم انداز میں دھڑ دھڑ منت سماجت کرنے کو سختی سے نظر انداز کیے وہ بھرپور تلخی سے بولی اتنے سارے مجمع میں جیسے مکمل سکوت چھا گیا۔

''ایکسکیوزمی کزنز! پلیز مجھے ان سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔'' اس کے برہمی چھلکاتے سرخ چہرے سے نگاہ ہٹا کر وہ اب اپنی کزنز سے مخاطب ہوا تھا جو معنی خیز نگاہوں سمیت اسے دیکھتی ایک ایک کر کے نکل گئیں تب عائشہ کو اس کے ساتھ تنہا رہ جانے کا خیال سنسنا کے رکھ گیا تھا۔

''کہا نہیں جاؤں گا محترمہ آپ کو سو پلیز میری بات سن لیں۔'' اس کی راہ میں کسی چٹان کی

مانند جمتے ہوئے وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔ عائشہ نے خائف سے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

''بیٹھو۔'' کاوچ کی سمت اشارہ کرتا وہ نروٹھے پن سے کہتا اس کے سامنے تنگ گیا۔

''مس عائشہ آفندی! کیا سن رہا ہوں میں کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں بٹ وائے تم جانتی ہو کہ تم میری مانگ ہو ٹھیکرے کی مانگ اور ہمارے ہاں ٹھیکرے کی مانگ کو چھوڑنے والا بے غیرت کہلاتا ہے اور تم نے کیا سوچا کہ میں اپنی ٹھیکرے کی مانگ کو چھوڑ دوں گا نو نیور ہماری شادی ہوگی اور اسی تاریخ پہ ہوگی انشا اللہ جس کا ہمارے بزرگوں نے سوچا ہے سو یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ میں تمہارے فضول انکار سے تمہیں چھوڑ دوں گا دراصل ابھی تمہاری تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی شادی سے فی الحال انکار کی وجہ یہی تھی جسے تم نے اپنے انداز میں لیا مگر اب تمہاری غلط فہمی دور ہوگی ہو تو خود کو اس خوبصورت حادثے کے لئے تیار کرو کہ جولڑکی میری خاطر خود کو چینج کر سکتی ہے وہ ہرگز ہرگز چھوڑی نہیں جا سکتی۔'' اس کے ہونق چہرے کے گرد جھولتی لٹ کو پکڑ کر ہلکے سے کھینچتا ہوا وہ اٹھ کر چلا بھی گیا۔ عائشہ حواس باختہ سی بیٹھی اس کے الفاظ پہ غور کرتی رہ گئی کہ وہ کیا کہہ گیا تھا۔

مہندی کی رات پروگرام کے مطابق اس کا نکاح عثمان حیدر سے ہو گیا تھا پہلے ان کی مہندی کی رسم کرنا چاہی گئی تھی جسے عثمان نے سختی سے منع کر دیا مگر کیوں، عائشہ کے نازک احساسات و جذبات بری طرح مجروح ہوئے۔

''بتایا تو تھا کہ بھائی ایسی رسموں کو پسند نہیں کرتے۔'' اور وہ خاموش کی خاموش رہ گئی۔

''وہ بہت مذہبی ہیں فضول کے گناہوں سے بچنے کی سعی کرتے ہیں جن کے بغیر گزرا ہو سکے۔ وہ کام نہ بھی کیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیا صرف وہی پکے مسلمان ہیں باقی سب نام کے۔'' اسے غصہ آیا تھا۔

''صرف نام کی ہی تو مسلمانیت رہ گئی ہے ہم میں عائشہ ہم صرف اپنی خوشی دیکھتے ہیں ہمیں خدا کی رضا اور مذہب کی حساسیت کا کہاں احساس باقی رہا ہے تم خود سوچو ایسا نہیں ہے مذہب ہمیں ایک حصار ایک مخصوص حد میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ جب کہ ہم اللہ کی حدود کو توڑتے ہوئے مکمل طور پہ خود میں مگن ہیں ہمیں عاقبت کا خوف نہیں ہمیں جہنم کا خیال تک نہیں ہمیں صرف دنیوی زندگی کا خیال ہے۔'' ندا جو خود بھی خاصی مذہبی تھی بھائی کے حق میں بڑھ چڑھ کر بولتی رہی۔ مگر وہ لب بھینچے ہوئے تھی اپنے اس خاص موقع کو اس طرح سے بے رنگ کر دینے کا جو سوال اس کے اندر اٹھا تھا وہ کسی طور نہیں دب پایا عثمان حیدر کا وہ دھونس بھرا لہجہ جس میں جانے محبت کی رمق کہیں تھی بھی یا نہیں اسے لمحوں میں اپنے فیصلے سے ہٹنے پہ مجبور کر گئی تھی وجہ اس کے اندر کی کمزوری تھی جیسے بھی تھا بہر حال وہ اس شخص کو کھونا نہیں چاہتی تھی نکاح کے بعد وہ اس کے پاس آنے کی بجائے اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں نکل گیا وہ اس کا انتظار ہی کرتی رہ گئی۔ رات کے دو بجے کے بعد اسے جا کر پتہ چل سکا کہ عثمان نے رخصتی سے منع کر دیا ہے اس کے اندر عجیب سا سناٹا پھیل گیا اس انوکھی منطق پہ اس کے اندر جوار بھاٹے اٹھنے لگے تھے جلتی آنکھوں میں اس انسلٹنگ رویے پہ اتنی شدتوں سے آنکھوں میں برسات اتری تھی کہ جسے سب کی نگاہوں سے بچانے کی غرض سے اپنا بھاری عروسی لباس سنبھالتی اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بھاگ آئی۔ اس نے نہیں سوچا وہاں موجود

لاقعد اونفوس نے اس کے متعلق یوں اٹھ آنے پہ کیا سوچا اسے تو بس اپنی ہتک کا احساس بری طرح سے رلا رہا تھا۔ راہداری کا موڑ مڑتے ہوئے وہ کسی کے اپنی سینے سے بری طرح سے ٹکرائی تو نم پلکیں اٹھا کر اوپر دیکھا، بلیک ڈنر سوٹ میں اپنی غضب کی مردانہ وجاہتوں سمیت وہ اس کے سامنے تھا۔

''ارے آپ کہاں بھاگی جا رہی ہیں ویسے اپنا کمرہ ادھر ہے۔'' اس نے ہاتھ سے اوپر اشارہ کیا۔ عائشہ کو اس کے لبوں پہ مسکراہٹ کا شائبہ سا محسوس ہوا تھا اور آنکھوں میں ایک انوکھی جوت جلتی ہوئی مگر یہ محض اسے اپنی نگاہ کا دھوکا محسوس ہوا۔

''راستے سے ہٹیں جانے دیں مجھے۔'' وہ جیسے تڑخی تھی سلگ کر بولی۔

''کہاں چلیں میں لے چلوں۔'' وہ اس کی نازک کمرے کے گرد بازو حمائل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا تو عائشہ بدک کر پیچھے ہوئی تھی۔

''راستے سے ہٹو گے یا پھر میں.....''

''راستے میں نہیں ہوں تم جا سکتی ہو۔'' وہ اطمینان سے کہتا اسے سلگا کے رکھ گیا۔ وہ واقعی سائیڈ پہ کھڑا تھا عائشہ حلق میں گرتے ہوئے آنسوؤں کے گولے کو نیچے اتارتی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ عثمان کی پرسوچ نگاہوں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

حرا آپی کی بارات کے دن وہ بہت بے دلی سے تیار ہوئی تھی اگر وہ رخصتی سے انکار نہ کرتا تو یہ اس کا ولیمہ کا دن ہوتا بے مائیگی کا احساس اس کے رگوپے میں آتشیں سیال کی مانند دوڑتا رہا تھا۔ ڈیپ میرون فل کام سے بوجھل شرٹ اور سرخ شلوار دوپٹے میں وہ تمام تر اداسی کے باوجود اتنی فریش اتنی جاذب نظر اور کھلی کھلی سی محسوس ہو رہی تھی کہ عثمان حیدر کو نگاہ ہٹانا دشوار امر محسوس ہوا تھا فراخ پیشانی پہ دمکتی ٹیکنگ کی میرون بندیا نے اس کے صبیح مکھڑے کو کچھ اور بھی حسین بنا دیا تھا معاوہ چونکا تھا اسٹائل سے دوپٹہ ایک طرف شانے پہ ڈالے وہ جیسے ہی پلٹی عثمان حیدر اس کا پچھلا گلا انتہائی ڈیپ دیکھ کر لب بھینچ کر رہ گیا۔ پھر وہ کسی طرح بھی خود کو اس پر برسنے سے روک نہیں پایا تھا۔

''چینج کرو جا کے یہ لباس اور پانچ منٹ میں باہر آؤ۔'' کس کام سے وہ اندرونی حصے کی جانب آئی تو عثمان حیدر اس کے پیچھے ہی دندناتا ہوا آیا تھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا اس لباس کو کیا ہوا۔'' وہ جو اس کے جارحانہ موڈ کو دیکھتی قدرے خائف ہو گئی تھی سٹپٹا کر بولی تھی۔

''گلا دیکھا ہے اس کا، سنو محترمہ تم اب میری فیملی ہی نہیں میری ذات کا بھی حصہ ہو اس قسم کی بے باکی مجھے بالکل پسند نہیں سو بی کیئر فل نیکسٹ ٹائم انڈر اسٹینڈ۔'' اسے سرخ آنکھوں سے گھورتا ہوا وہ جس طرح آیا تھا ویسے ہی پلٹ بھی گیا عائشہ بری طرح سے کلستی ہوئی وارڈ روب سے کوئی اور لباس ڈھونڈنے لگی تھی۔

معاذ بھائی، حرا آپی کے دولہا بہت شاندار پرسنالٹی کے مالک تھے اس پہ انکا مہذبانہ شائستہ لب ولہجہ عائشہ کو تو حرا آپی کی طرف سے مکمل طور پر مطمئن کر گیا کہ ان کی مدہم مسکراتی ہوئی بار بار حرا آپی کی جانب اٹھتی نگاہیں اور حنان کے لئے بہت خاص انداز ان کے صاف مخلص ہونے کی دلیل تھا اسے عثمان کا یہ فیصلہ انتہائی مناسب لگا تھا ولیمہ کی تقریب میں اس نے دانستہ وائیٹ ڈریس چوز کیا تھا۔ جس کا گلا بھی مناسب تھا اس پہ اس

نے صرف اس کی خفگی سے بچنے کی خاطر میرون اسکارف اچھی طرح سر پہ اوڑھ کر دوپٹہ شانوں پہ برابر کر لیا اس کا یہ روپ اس قدر انوکھا اور دل موہ لینے والا تھا کہ تقریب میں موجود ہر شخص نے اس کی تعریف کی تھی بہت سی نگاہوں کا مرکز بنے اسے کسی کی پرتپش گہری نگاہوں کا احساس کئی بار بہت شدتوں سے ہوا تھا اور ان نگاہوں کی کھوج میں اس نے جب بھی نگاہ اٹھائی عثمان حیدر کو خود سے بے نیاز پا کر اندر ہی اندر جھنجھلا کر رہ گئی واپسی پہ اس کا موڈ بہت خراب تھا۔

''عائشہ تم عثمان کی گاڑی میں بیٹھو میں کب سے تمہیں ہی ڈھونڈ رہی ہوں۔'' سارا اس کے پاس آ کر بولی تھی تب اس کی جھنجھلاہٹ شدید قسم کی خفگی میں ڈھل گئی۔

''کیوں میرے لئے کہیں اور جگہ نہیں ہے۔''

''لیکن تمہاری اصل جگہ تو وہی ہے نا۔''

احسن اس کا پیارا سا کھلنڈرا سا بھائی جانے کب وہاں آیا تھا اس کے شانے پہ جھک کر بشاشت بھرے لہجے میں شرارت سے گنگنایا تو عائشہ خفیف سی ہو کر رہ گئی تھی۔

''فضول بات مت کرو احسن کے بچے نہیں جانا ان کے ساتھ۔''

''پہلی بات تو یہ نوٹ کر لو، احسن کا ابھی کوئی بچہ نہیں ہے ہاں کوئی شادی پہ آمادہ ہو جائے تو چانس ہیں۔'' وہ نگاہوں کی گرفت پہ سارا کو رکھتا ہوا شوخ و شنگ لہجے میں بولا تب عائشہ بری طرح سے چونکی تھی یقیناً وہ سارا میں انٹرسٹ لے رہا تھا۔

جبھی تو وہ ہر ہر موقع پہ احسن کو وہاں [illegible] پا رہی تھی جہاں سارا کا گمان بھی گزرتا تھا کل بھی وہ کسی کام سے کچن میں تھی جب وہ اچانک آ [illegible] تھا۔

''تم، میں سمجھا، خیر ایک کپ چائے بنا دو۔''

وہ مایوس سا ہو کر سر کھجا کر بولا تھا۔ عائشہ نے اپنے دھیان میں توجہ نہیں دی تھی مگر اب غور کرنے پہ پتہ چلا تھا۔ وہ خاصا سنجیدہ تھا اس معاملے میں۔

''عثمان بھائی سے شرم آتی ہے۔'' احسن اسے چھیڑ رہا تھا وہ جھینپ کر رہ گئی۔

''بکو نہیں۔'' پھر اس کے بڑے پن کی پرواہ کئے بغیر اسے دھپ رسید کرنے کے بعد پلٹ کر سارا کو دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

''سنو، سارا تم اپنے بھائی کے ساتھ چلی جاؤ میں احسن کے ساتھ آ رہی ہوں۔'' اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی وہ زبردستی اسے گاڑی تک لے آئی جو مسلسل واویلا کر رہا تھا۔

''اے ظالم کٹھور لڑکی، سارا سیٹ اپ اپ سیٹ کر دیا چلو میرا نہیں تو اپنے ہی شوہر نامدار کا خیال کرتیں کتنے ہیلے بہانوں سے انہوں نے تم تک رسائی پائی ہوگی اور تم محض میرے کان کھینچنے کے ارادے سے ان کے جذبات تک سے کھیل گئیں۔''

''فضول باتیں مت کرو بس یہ بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔'' اس نے گھور کر اصل بات اگلوانا چاہی۔

''کیا معاملہ بھئی تم مجھے مشکوک بنا رہی ہو یعنی اپنے ہی بھائی کو وہ بھی اپنے سسرال میں کچھ خوف خدا کرو لڑکی میرا ارادہ ہرگز تمہاری نیک پارسا نند سے فلرٹ کرنے کا نہیں ہے بھلے آج ہی نکاح پڑھا دو بالکل تیار ہوں۔'' گاڑی بڑھا کر مین روڈ پہ لاتا وہ مسلسل بول رہا تھا۔

''تم تو تیار ہی ہو یہ بتانے کی ضرورت نہیں، معاملہ تو ادھر والا آشکار کرو کوئی سگنل ملا۔'' اس نے بے صبری سے پوچھا تھا جواباً احسن سرد آہ بھر کے رہ گیا۔

''[illegible] ایسی قسمت کہاں [illegible] بہت مغرور بالکل اپنے بھائی کی طرح ہماری بہن [illegible] کی قسمت ہی پھوٹ گئی مغرور لوگوں سے

دل لگا کر۔" عائشہ کا چہرہ متغیر ہو گیا تو گویا عثمان کی اس بے اعتنائی کو صرف وہی نہیں کسی اور نے بھی محسوس کیا تھا، احسن اس کے بعد بھی بہت کچھ کہتا رہا مگر وہ بالکل گم صم ہو گئی تھی۔

"آؤ نا رک کیوں گئیں۔" فرقان کیمرہ ہاتھ میں لئے حرا آپی معاذ بھائی کے ساتھ پوری فیملی کی تصاویر بنا رہا تھا جب اس نے اندر جھانکا۔

آج مکلاوہ تھا کچھ دیر میں حرا آپی جانے والی تھیں کہ معاذ بھائی کے پیرنٹس اپنی فیملی سمیت انہیں لینے آئے تھے وہ مروتاً مسکراتی ہوئی آگے بڑھ آئی تھی

"میں چائے کا پوچھنے آئی تھی تمہیں چائے بنانا آتی ہے۔" احسن نے حیرت کی زیادتی سے آنکھیں پھیلائیں۔

"مجھے کھانا بھی بنانا آتا ہے، تم بے فکر رہو۔" اس نے منہ چڑایا تھا۔

"اوہو سیدھا کہو عثمان بھائی کو متاثر کرنے کی خاطر پاپڑ بیلے جا رہے ہیں۔" عثمان کی موجودگی میں کہی گئی یہ بات اسے سٹپٹا کے رکھ گئی۔

"اب کہاں بھاگ رہی ہو ایک تصویر ہو جائے عثمان بھائی کے ساتھ۔" وہ پیچھے سے ہانک لگاتا رہ گیا۔ عائشہ نے کچن میں آ کر دم لیا تھا۔ سارا وہیں تھی اسے یوں بدحواس آتے دیکھا تو پلٹ کر بولی تھی۔

"کیا ہو گیا بھئی کیا مان بھائی پیچھے لگے ہیں۔"

"اونہہ بس وہی تو پیچھے نہیں لگ رہے باقی سب کچھ ہے۔" وہ جل بھن ہی تو گئی تھی۔

"دھیرج دھیرج یار نکاح کر تو لیا ہے تمہارے ساتھ اب کیا بالکل پاگل بنانا چاہتی ہوں میرے بھائی کو۔" سارا نے تو مذاق کیا تھا مگر بات تو اس کے دل کی تھی جہاں درد ہی درد تھا جبھی لمحہ بھر میں بھیگی آنکھیں چھلکی تھیں اور ضبط کے بند ٹوٹ گئے۔

"تمہیں نہیں پتہ ہے سارا تمہارا بھائی کیسا کٹھور ہے میرے نازک جذبوں کو کسی طرح نہیں پامال کیا اس نے اس قدر بے حس ہے کہ....."

"عاشی کیا ہوا یار سنبھالو خود کو ٹیک اٹ ایزی۔" اس کے یوں رونے پہ سارا تو بوکھلا کر رہ گئی تھی۔

"لو بھائی خود آ گئے اب بتاؤ انہیں کیوں رو رہی ہو۔" عثمان جو اپنے دھیان میں اندر آیا تھا اسے سارا کے شانے پہ سر رکھے بلکتے دیکھ کر ٹھٹکا اور اشارے سے ہی وجہ پوچھی تھی۔ عائشہ ایک جھٹکے سمیت الگ ہوئی تو پہلی نگاہ ہی اس کی استعجابی سوالیہ نگاہ سے ٹکرائی تھی وہ سرعت سے رخ پھیرے بھیگے گال رگڑنے لگی۔

"کیا مسئلہ ہے؟" عثمان مزید دو قدم نزدیک ہوا تھا۔

"پتہ نہیں بھائی مجھے تو کچھ نہیں بتایا آپ ٹرائی کریں شاید کچھ جان پائیں۔" سارا ساری ذمہ داری اس پہ ڈالتی خود کترا کر نکل گئی تھی۔ پیچھے ہی وہ بھی لپکی مگر وہ سرعت سے راہ میں حائل ہوا تھا۔

"مادام کچھ ہمیں بھی خبر ہونا چاہیے کہ یہ نیر کیوں بہائے جا رہے تھے۔" دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے وہ پوری طرح سے اس کی سمت متوجہ تھا۔ عائشہ نے نگاہ اٹھائی تھی اور زخمی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"بولو بھئی مجھے اور بھی کام ہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر غالباً مسکرایا۔ عائشہ کو تو ایسا ہی لگا تھا بہت کم اس نے اس کے لبوں پہ مسکان دیکھی تھی۔

"تو کریں کام جا کے مجھ سے کیا کہتے ہیں۔" وہ بھیگی آواز میں ترنم کر کہتی تیزی سے کچن سے نکل گئی عثمان وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔

"نکاح کی تصویریں آ گئی تھیں اس نے ایک بار نہیں بار بار دیکھیں اور گم صم سی ہو گئی۔"

"کہاں کھو جاتی ہو بار بار حالانکہ ابھی تو بھائی تمہارے آس پاس ہی ہیں۔" ندا نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔

"آں ہاں۔" وہ چونکی تھی اور خواہ مخواہ مسکرائی۔

"آئیڈیا کیوں نہ بھائی کی برتھ ڈے سیلیبریٹ کی جائے جو کہ سرپرائز ہو گا، اگر بھائی خفا ہوئے تو عاشی ہے نا کہہ دیں گے اسی کا آئیڈیا تھا۔" ندا اچانک پر جوش ہوئی تھی۔ عائشہ نے دھیان نہیں دیا اس کی تمام سوچیں نظر سمیت ایک ہی مرکز پہ ٹھہری تھیں۔ ہر تصویر میں عثمان کی سنجیدہ وسپاٹ صورت اس کے ہر خدشے کی گواہ بنی بیٹھی تھی تو گویا حق اپنی بہن کا گھر بسانے کی خاطر اس نے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا تھا رخصتی ڈیلے کر کے وہ بہت اچھی طرح سے اسے جتا چکا تھا کہ اس کی زندگی میں کہیں بھی اس کی ضرورت نہیں اس کے اندر جیسے پنکھ لگ گئے تھے وہ ممی کی باتیں بھی دھیان سے نہ سن پائی جو وہ اسے مشورے کے طور پہ کر رہی تھیں انہیں احسن کی خواہش بہت مقدم تھی اور سارا اسی قدر عزیز جبھی انہوں نے اپنے ٹورز کی مدت بڑھا دی تھی ان کا ارادہ منگنی کرنے کا تھا جب کہ احسن نکاح پہ زور دے رہا تھا۔

"جب سالا صاحب میری بہن سے براہ راست نکاح کر سکتے ہیں تو میں ان کا سالا ہو کر کیوں پیچھے رہوں۔" احسن کی خوشی اس کے انگ انگ سے چھلکتی سرشاری سے عیاں تھی دوسری جانب سارا تھی جھینپی جھینپی شرمائی ہوئی اس روپ میں اتنی حسین نظر آئی کہ نگاہ نہیں ٹھہر رہی تھی اس پر اسے اپنے اندر کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا۔ احسن کی شوخی و شرارت اور چھیڑ چھاڑ اس کے اندر کی محرومی کو ہوا دے رہے تھے۔ عثمان کی نظر اندازی اور بے اعتنائی اس کی زندگی کے خوبصورت ترین لمحوں کو بری طرح سے نگل رہی تھی اور وہ اتنا روڈ تھا کہ احساس تک نہیں تھا اپنے رویے کی بدصورتی کا۔

"پھر کیا کہتی ہو عاشی ہمیں احسن کا نکاح ہی کر دینا چاہیے وہاں جانے کے بعد پاسپورٹ بنوا کے احسن کو بھجوا دیں گے آ کے سارا کو لے جائے گا۔" پاپا نے واپسی جانے کے بعد اب جو کچھ بھی کرنا تھا ممی کو ہی کرنا تھا اور وہ جلد از جلد اس معاملے کو نپٹانا چاہ رہی تھیں عائشہ کا اپنا ذہن کشیدہ تھا سو ہوں ہاں میں جواب دے کر وہاں سے اٹھ گئی تھی جب کہ ممی جیسے کسی حتمی فیصلے پہ پہنچ کر مسکرا دی تھیں۔

گھر کی ہی بات تھی یوں ایک چھوٹی سی گھریلو تقریب میں نہایت سادگی سمیت احسن کا نکاح سارا سے پڑھا دیا گیا۔

"بھئی یہ تو بے انصافی ہے عثمان بھائی کی پرانی دلہن کو آج بھی اتنا حسین لگنے کا حق نہیں تھا ان دونوں کی چمک دمک کے سامنے تو ہم بیچارے پرانے لگ رہے ہیں۔" عثمان روتی ہوئی سارا کو جس پل چپ کروانے ساتھ آ کر بیٹھا ندا نے کہا زبردستی قہقہہ اڈ تھا بلاشبہ عثمان حیدر وائیٹ پینٹ کوٹ میں بہت جچ رہا تھا جب کہ عائشہ ڈیپ ریڈ کامدار ساڑھی میں ملبوس اس قدر چارمنگ نظر آ رہی تھی کہ ہر نگاہ جسے اس پہ آ کر ٹھہر رہی تھی عائشہ بری طرح سے بلش ہوتی تیزی سے وہاں سے اٹھ گئی پھر وہ دانستہ آس پاس نہیں آئی کہ عثمان

کے حوالے سے اچھالے گئے شوخ فقرے اور جواب میں اس کی بے اعتنائی اس کے اندر احساس زیان کو بڑھا رہی تھی وہ اس احساس کو بھلا کر مگن رہنا چاہتی تھی مگر یہ بہت دشوار تھا بہت دشوار سالگرہ کی شام سب کے ساتھ اس نے بھی اسے وش کرنے کی غلطی کر لی تھی، وشنگ کارڈ پھول اور قیمتی پرفیوم کا سیٹ گفٹ کیا تھا وہ سب کی موجودگی میں تو چپ رہا تھا مگر بعد میں جب وہ فرقان کی فرمائش پہ کلس کے ساتھ چائے بنانے کے لئے کچن میں آئی وہ اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔ آہٹ پہ پلٹ کر دیکھنے پہ اس کا دل بہت نئے انداز میں بہت ردھم سے دھڑک اٹھا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں اس قسم کی فضول اور گھٹیا قسم کی رسموں میں روپیہ ضائع کرنے کی جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ میں یوں بھی جانتا ہوں یہ تمہارا آئیڈیا تھا مجھے بتانے کی ضرورت نہیں سالگرہ کے موقع پہ جب کہ ہمیں خدا سے اپنی سابقہ زندگی کی غلطیوں سے معافی مانگ کر آئندہ کے لئے تائب ہونا چاہیے ہم تالیاں پیٹ کر کیک کاٹ کر شمعیں جلا کر کیا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں صرف حماقت کر رہے ہوتے ہیں ہم۔" ایک ایک لفظ چبا کر کہتا وہ اس کا دھواں ہوتا چہرا نہیں دیکھ پایا تھا۔

"ہمیں اب جب کہ اپنی زندگی کا باقی ماندہ سفر ساتھ طے کرنا ہے تو پھر کیوں نہیں تم خود کو میری پسند کے مطابق ڈھال لیتیں۔ عائشہ آفندی کیا مجھے اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے گا کہ میں نے تمہیں اپنانے کا فیصلہ غلط کیا ہے۔"

کسی خوبصورت بات کی آس میں بے تحاشا دھڑک اٹھنے والا دل جیسے اندر ہی اندر گہری کھائی میں جا گرا اس نے محسوس کیا تھا اس کے گال بہت تیزی سے بھیگے ہیں تو غیر محسوس انداز میں رخ پھیر گئی تھی اور وہ اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ کر بھی انجان بنا مزید چرکے لگاتا رہا تھا

آپ کے گفٹس میرے روم میں ٹیبل پہ رکھے ہیں انہیں اٹھا لیجئے، ابھی تک میں نے کچھ گفٹ نہیں کیا آپ کو یوں لینا اچھا نہیں لگے گا۔" وہ چلا گیا تھا اور عائشہ بے بسی سے روتی رہ گئی تھی اس کے بعد وہ بہت محتاط ہو گئی تھی خاص طور پہ عثمان حیدر کی موجودگی میں یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی موجودگی میں بالکل چپ ہو جاتی تھی اس وقت بھی وہ اس احساس سے غافل تھی کہ کسی کی پرتپش گہری نگاہیں اس کی اس یاسیت کو مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔

ممی کا ارادہ مزید رکنے کا تھا جب کہ احسن نکاح کے پیپرز ارشادی کی تصاویر لے کر یو کے فلائی کر گیا تھا تاکہ کاغذات تیار ہوتے ہی سارا ممی کے ساتھ ہی وہاں پہنچ جائے واپسی کے وقت اس کی اداسی و بیقراری اور نگاہوں کا بھٹک بھٹک کر سارا کے صبیح چہرے پہ ٹھہرنا عائشہ کے اندر ایک عجیب سی محرومی ایک کسک کو جنم دیتا رہا تھا اس کی زندگی میں کیا تھا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جیسے کچھ نہیں اور سارا صرف عثمان حیدر کی بے اعتنائی اور بے نیازی کے باعث تھا۔ دسمبر کی آخیر تھا نیا سال شروع ہونے کو تھا سردی کی شدتوں میں فضا ہیں ہمہ وقت تیرنے والے کہرے نے کچھ اور بھی اضافہ کر دیا جب چپکے سے اکتیس دسمبر کی شام بھی انہیں اس سال کے اختتام کی نوید سنائی۔ رات کی تاریکیوں میں گم ہو گئی۔

"بھابھی بھائی کو ہیپی نیو ایئر ضرور وش کرنا کچھ تو نیا پن ہو زیست میں بھائی تو بس بہت ہی پھیکی زندگی جی رہے ہیں۔ احسن بھائی کو دیکھا ہے روز فون کرتے ہیں سارا کو مگر ایک ہمارے

بھائی ہیں سنہرے مواقع گنواتے جا رہے ہیں۔"
ندا کب اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اسے خبر نہ ہو سکی کہ وہ اپنی سوچوں میں اس بری طرح سے گھری تھی مگر جب وہ بولی تب اس کے لبوں پہ شکستہ سی مسکراہٹ لمحہ بھر کو ابھر کر معدوم ہو گئی تھی۔
"ندا کی بچی چائے بنانے آئی تھیں تم۔"
نومی نے سر اندر ڈال کر اسے مزے سے اسٹول پہ چڑھے بائیں چنگھارتے دیکھا تو بولا تھا۔
"تمہاری نوکر نہیں ہوں جب دیکھو جناب کچھ نہ کچھ آرڈر کر رہے ہیں۔" جواباً وہ تڑخ کر بولی تھی۔
"جب تک شادی نہیں ہو جاتی تب تک تم ہی ملازمہ ہو پھر بیوی آ جائے گی تو تمہیں کون پوچھے گا، چلو جلد چائے بناؤ۔" انداز صاف چڑانے والا تھا اور وہ چڑ بھی گئی۔
"ہاں تو یہ اچھی طرح جانتی ہوں تم مردوں کی نیچر کو عورت چاہے کسی روپ میں ہو دیتے تم اسے ملازمہ کا ہی درجہ ہو بس کام چاہیے مگر مسٹر نومان عورت مشین نہیں ہے گوشت پوشت کی بنی ہوئی اور جذبات و احساسات میں مرد سے بہت نازک ہے۔" اس کا گلا بھرایا تب لب بھینچتی ہوئی دونوں کو ششدر چھوڑے کچن سے نکل بھاگی، کسی کا غصہ کسی پہ نکلا تھا اندر بھرا غبار پھر بھی کم نہیں ہوا تو اپنے کمرے میں گھس کر کتنی دیر تک تکیے میں منہ چھپائے آنسو بہاتی رہی تھی۔

"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ہمیں انگریز ہندوؤں کی تمام جاہلانہ رسموں کو اپنی زندگی کا حصہ کیونکر بنا لیا ہم نے اسلام کا سبق خدا کے احکامات اور اپنے اہم فرائض کو پس پشت ڈال کر ہم ان بے کار اور فضول رسموں کی ادائیگی میں وقت اور پیسے کا ضیاع کرتے خوشی میں ادھ موئے ہوتے یہ تک نہیں سوچ پاتے کہ آخر ہم کہاں جا رہے ہیں مائی گڈنیس یہ زندگی ایک امتحان گاہ ہے جہاں ہمیں ایک خالی پیپر دے کر بھیجا گیا ہے سوال نامہ ہمارے ہاتھ میں ہے شر اور خیر کی ہمیں تمیز سکھانے کو عقل سلیم عطا ہوئی اور ہم اسی عقل سلیم کو کس مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں کسی دانشور کا قول ہے کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی چال بھی بھول گیا، یہ وقت ہے خود اپنے ہی احتساب کا ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا ہے ہم جو کہ رہے ہیں وہ ہمارے لئے کتنا اچھا ہے اور کتنا برا کیا ہم تبھی ہنسی کی چال چلنے کی خواہش میں اپنا چال چلن بھول نہیں چکے ہیں۔" بھاپ اڑاتا چائے کا مگ اس کے سامنے تھا اور وہ بے تکان بول رہا تھا، ابھی کچھ دیر قبل ہی جب وال کلاک کی سوئیاں بارہ کے ہندسوں پر باہم ملیں فضا میں فائرنگ پٹاخے اور شور کی آوازیں بکھری تھیں جو وقفے وقفے سے گونجتی رہیں تھیں اس قسم کے ہنگاموں میں شریک ہونے والوں میں فرقان اور نومی بھی شامل تھے جنہیں وہ زبردست ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ نیچے لایا تھا اور اب پچھلے دس منٹ سے ان کی برین واشنگ جاری تھی۔ تمام بڑوں کے لبوں پہ دبی دبی مگر تفاخرانہ مسکراہٹ تھی جب کہ تمام ینگ جنریشن کھسیاہٹ زدہ تھی۔
"چلو اٹھو سوؤ جا کے تاکہ صبح نماز کے وقت پر آنکھ کھل سکے۔" انہیں مزید شرمندگی سے بچانے کی غرض سے کہتا وہ خود بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
عائشہ جو تب سے بالکل خاموش ایک کونے میں دبکی بیٹھی تھی دھیرے سے اٹھی اور خالی مگوں سے بھری ٹرے لے کر چپکے سے باہر نکل آئی۔
"چائے بہت اچھی تھی اس کے لئے جزاک اللہ اور ہاں صبح نماز کے بعد دعاؤں میں میری کامیابی کی دعا بھی ضرور مانگیے ایکچوئلی میں باہر جانا چاہ رہا ہوں۔" وہ چونکے بغیر بہت خاموشی سے اس کی بات سن رہی تھی آخری بات پہ بھونچکی

رہ گئی تھی جھٹکا کھا کر مڑی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں کسی بھی پل چھلک جانے کو بے تاب تھیں۔ اس کی متبسم نگاہیں بہت دھیان سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ عائشہ کے دل پہ جیسے گھونسہ لگا تھا۔

''ہاں چلے جائیں آپ کو چلے ہی جانا چاہیے اور سنیں شادی بھی وہیں کر لیجئے گا سنا آپ نے۔'' وہ ہذیانی انداز میں چیختی زار و قطار رو پڑی تھی۔

''سن لیا ہے بہرا تو نہیں ہوں مگر تم رو کیوں رہی ہو عجیب بیوی ہو بھئی شادی کی اجازت بھی دیتی ہو اور وہ بھی اس طرح کہ بندہ.....''

''ڈونٹ بی ممی عثمان حیدر اب آپ کو خوف نہیں آیا کہ کوئی آ جائے گا یہ آپ کا بیڈ روم نہیں کچن ہے۔'' اسے قدم بڑھا کر اپنے نزدیک آتے دیکھ کر وہ بدک کر پیچھے ہوتی چیخی تھی اور اس کی مزید سنے بغیر بھاگتی ہوئی نکل گئی تھی معاملہ کچھ زیادہ ہی خراب ہو چکا تھا وہ سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔

اس نے ممی سے واپسی کا تقاضا کیا تھا جو انہوں نے فی الفور رد کر دیا۔

''بٹ وائے ممی میں واپس کیوں نہیں جا سکتی۔'' وہ غم و غصے کی زیادتی سے بے ربط ہونے لگی تھی جنوری کا پورا مہینہ ضائع ہو چکا تھا مگر احسن نے ادھر سے پاسپورٹ ملنے کی نوید نہیں سنائی اور ممی اس انتظار میں تھیں مگر وہ اکتا گئی تھی انتظار سے ہر شے سے یہاں تک کہ خود اپنی ذات سے بھی پھر اس کے زور پکڑتے تقاضے اور ادھر سے احسن کے فون پہ کہ ابھی چند پرابلمز ہیں کچھ دیر لگے گی ممی نے واپسی کا قصد کر لیا گو کہ وہ اسے ساتھ نہیں لے جانا چاہتی تھیں تو اس کی وجہ بڑے ابا، دادو کا رخصتی پہ زور تھا مگر عثمان حیدر کی اس معاملے میں خاموشی معنی خیز تھی تب ممی نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

''ابھی نہیں ایک سال بعد کا پروگرام رکھ لیتے ہیں۔'' بڑی امی دل محسوس کر رہ گئیں کہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھیں جب ان کا بیٹا ہی کچھ ایکشن نہیں لینا چاہتا تھا تو فی الحال خاموشی ہی بھلی تھی ان لوگوں کی ٹکٹیں اوکے ہو چکی تھیں۔ عثمان حیدر نے ہی ان کی واپسی کے لئے ٹکٹیں کنفرم کروائے تھے عائشہ کی تمام شوخیاں شرارتیں جانے کہاں کھو گئی تھیں اسے ایک نہ ٹوٹنے والی چپ لگ چکی تھی۔ تین دن بعد کی فلائیٹ تھی جب وہ ممی کے ساتھ چھوٹے چچا کے گھر چلی آئی کہ چچا کب سے اپنے ہاں آ کر رہنے کا ممی سے اصرار کر چکے تھے ممی کے ساتھ جب وہ بھی تیار ہوئی تو سارا نے لب بھینچ لئے تھے۔

''بھائی سے بھاگ رہی ہو عاشی۔'' اس سے گلے ملتے ہوئے اس نے جتنی آہستگی سے کہا تھا وہ اتنے ہی زور سے ہنس پڑی عجیب ہنسی تھی جس میں آنسوؤں کی آمیزش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

''اس طرح مت ہنسو عاشی!'' سارا کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

''پھر کس طرح ہنسوں اس شہر کی بے مہر ہواؤں نے ستم کہ لوگوں نے مجھے اسی طرح ہنسنا سکھایا ہے۔'' آنکھوں کے نم گوشے صاف کرتے ہوئے وہ گاڑی میں جا بیٹھی جب کہ سارا گرے خوبصورت کڑھائی کے شلوار سوٹ میں ملبوس ہنستے مسکراتے عثمان حیدر کو شاکی نگاہوں سے دیکھتی اندر چلی گئی تھی۔

کھڑکی کے یخ بستہ شیشے سے ناک چپکائے وہ یاسیت بھری نگاہوں سمیت باہر لان میں پھیلتی دھند بھری شام کو رخصت ہوتے دیکھ رہی تھی علی الصبح چھ بجے کی فلائیٹ سے اسے ممی کے ساتھ اس

ملک کو چھوڑ جانا تھا گو کہ یہ اس کا اپنا فیصلہ تھا مگر دل پتہ نہیں کیوں پھر بھی بوجھل سا تھا باہر پھیلی دھند آلود شام کی طرح اس کی آنکھوں میں بھی دھند پھیلنے لگی تھی۔ تبھی دروازہ ناک ہوا تھا اس نے یونہی کھڑے کھڑے گردن موڑ کر دیکھا اور ساکت رہ گئی عثمان حیدر نیوی بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس اپنی چھا جانے والی دل ربا شخصیت سمیت مسکراتا ہوا اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا اس کے چہرے سے ہی نہیں آنکھوں سے بھی تحیر چھلکا تھا۔

''آ..... آپ۔''

''جناب کیسی ہیں آپ؟'' وہ مسکرایا تھا۔

''سنا ہے کل صبح روانگی ہے ہم نے سوچا خدا حافظ کہہ آئیں۔'' گہری متبسم نگاہیں اس کے چہرے پہ جمائے وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''کہہ دیا خدا حافظ اب جائیں۔'' وہ رخ پھیر کے ضبط کھو گئی تھی۔

''ارے..... رے۔'' وہ گڑبڑاتا ہوا سرعت سا اس کے سامنے آیا پھر پشت پہ چھپایا ہاتھ سامنے کر دیا تھا۔

''جسٹ فار یو۔'' سرخ مہکتے ہوئے تر و تازہ گلابوں کا فریش بکے اس کی سمت بڑھائے وہ مسکرا رہا تھا۔

روٹھا رہے مجھ سے یہ منظور ہے لیکن
یارو اسے سمجھاؤ میرا شہر نہ چھوڑے

وہ اس پہ جھک کر بوجھل سرگوشیانہ لہجے میں بولا تھا۔

''مانو گی میری بات۔''

''نہیں بالکل نہیں۔'' وہ جو اس کے بدلے ہوئے انداز پہ حیران بھی اسے بھی سرخ گلابوں کو دیکھ رہی تھی، منہ پھلا کر نروٹھے پن سے بولی۔

''اور اگر میں زبردستی روک لوں تو۔'' لہجہ معنی خیزی لئے ہوا بہت استحقاق جتاتا ہوا سا تھا عائشہ کا دل سینے کے اندر ڈول کر رہ گیا۔

''اور میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا یہ بات تم لکھ کے بھی رکھ لو۔''

فیصلے کرنے لگے ہو میرے
تم میرے کون ہوا کرتے ہو

اس کی زبان پھیلی تھی اور بڑا برجستہ شعر برآمد ہوا تھا وہ کچھ متحیر کچھ حیران ہوتا اسے دیکھتا رہا تھا پھر بکے سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اسے شانوں سے تھام کر زبردستی اپنے مقابل کر لیا۔

''سننا چاہتی ہو تو سن لو میں تمہارا شوہر ہوں، یار دلدار ہوں، خاص الخاص محبوب ہوں پھر بھی کیا تمہارے فیصلے نہیں کر سکتا۔'' اس کا لہجہ بہت خاص تھا اور نگاہیں اسے ان نگاہوں کا سامنا دشوار محسوس ہوا۔

''یا اللہ آج انہیں کیا ہو گیا ہے؟'' وہ گھبرائی تھی۔

''ہٹیں چھوڑیں مجھے بھولا تو نہیں مجھے کچھ بھی۔'' وہ ہنوز خفا تھی۔

''چھوڑو نا یار وہ تو بس ایک فضول سی حماقت تھی پتہ ہے جب میرے دوست کو پتہ چلا کہ میری ایسی کزن جو بچپن سے مجھ سے منسوب ہے پاکستان آئی ہے اور میری عنقریب شادی متوقع ہے تو اس نے مجھے ایسے ایسے نادر و نایاب مشوروں سے نوازا جن سے میں تمہیں یقیناً سدھار سکتا تھا اور میری عقل دیکھو کہ اس کی باتوں میں آ گیا اور تمہیں قدم قدم پہ ڈس ہارٹ کرتا چلا گیا اس کے لئے رئیلی سوری، پرامس آئندہ ایسا نہیں ہو گا کیونکہ تم واقعی مجھے عزیز ہو جبھی تو اپنی عادت اور نیچر کے خلاف تمہیں ویلنٹائن ڈے کے دن وش کرنے آیا کہ اگر محبت کرنے والوں کی طرح اس میں اس موقع پہ بھی پیچھے رہ گیا تو شاید کبھی آگے نہ بڑھ پاؤں اور تم ہمیشہ مجھے غلط سمجھتی رہو مگر تم نے اتنے ارمانوں سے خریدے

گئے میرے پھولوں کو یکا تک نہیں دیکھو ذرا وہ تمہاری بے اعتنائی محسوس کر کے کیسے مرجھا سے گئے ہیں۔'' وہ اشارے سے بکے کی سمت متوجہ کرتا ہوا مسکنیت سے بولا تو عائشہ بے ساختہ مسکرا دی تھی۔

''اوہ جھینکس اس کا مطلب ہے لڑائی ختم اور صلح ملاؤ ہاتھ۔'' وہ پٹڑی سے اترتا ہوا اپنی چھوڑی شفاف ہتھیلی پھیلا کر بولا تو عائشہ نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

''کس خوشی میں ملاؤں ہاتھ منہ دھو رکھیں اونہہ سوچیں بھی مت اتنی جلدی معاف کر دوں گی۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

''اوہو اس کا مطلب ہے مجھے آج ہی امی سے بات کرنا پڑے گی۔'' وہ بولا تھا۔

''کیسی بات۔'' وہ ذرا سا چونکی۔

''تمہیں اپنے پیار کی ہتھکڑی پہنانے کی بات یعنی رخصتی کی۔'' وہ اسے گھور کے دھمکانے والے انداز میں بولا تھا۔

''کیا بات ہے پلاننگ کی ماشاءاللہ میں یہاں ہوں گی تو رخصتی ہو گی نا۔'' اس نے تحی سے کہا تھا جواباً وہ زور سے ہنس پڑا۔

''تم کہیں جا بھی نہیں رہی ہو سو سویٹ مائی چارمنگ وائف کیونکہ میں نے صرف خالہ جانی کی ہی ٹکٹ او کے کروائی تھی سو صرف وہی جا رہی ہیں تمہیں بھی جانا ہے مگر رخصت ہو کر میرے بیڈ روم میں سو اس باضابطہ ملاقات و ملاپ کے لئے خود کو تیار رکھو باقی باتیں بغیر سنسر کے وہیں ہوں گی گڈ بائے۔'' وہ چڑانے والے انداز میں ہنستا اس کے گال پہ ہلکی سی چپت لگا کر باہر نکل گیا وہ کچھ دیر حیران رہنے کے بعد بے ساختہ جھینپ کر مسکرا دی تھی ذرا سی وضاحت ذرا سی توجہ ذرا سا التفات اس کے سارے شکوے گلے اور تھکن کو کیسی دور لے جا چکے تھے اس نے آنکھیں میچ کر اس احساس کو محسوس کیا تھا اور یونہی بیڈ پہ بیٹھ گئی تو ہاتھ گلابوں کے بکے سے جا ٹکرایا تھا اس نے اٹھا کر ناک کے قریب لے جا کر سونگھا تو اس میں رکھا ادھ کھلا کارڈ نگاہ کی گرفت میں آ گیا اس نے چٹکی میں پکڑ کر کارڈ کھولا تھا، امجد اسلام امجد کی نظم قاصد بنی خوبصورتی سمیت مسکا رہی تھی۔

خوشبو کی پوشاک پہن کر
کون گلی میں آیا ہے
کیسا یہ پیغام رساں ہے
کیا کیا خبریں لایا ہے
کھڑکی کھول کے باہر دیکھو
موسم میرے دل کی خبریں
تم سے کہنے آیا ہے

اس کے لبوں پہ بھرپور مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی تھی وہ اٹھی تھی اور بھاگ کر کھڑکی تک آ گئی گلاس ونڈو کے پار دھند لے غبار میں اسے لان میں ہیولہ سا نظر آیا جس نے اس عکس کو پاتے ہی ہاتھ ہلایا تھا اس کے لبوں پہ موجود مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی اس نے پلٹ کر دیکھا اسے لگا تھا جیسے گلابوں کی مہک اور تازگی کچھ اور بڑھ گئی ہو یہ صحیح تھا کہ ہم ان فضول رسموں میں ہر سال کروڑوں روپے ضائع کر دیتے ہیں مگر کبھی کبھار اگر کسی روٹھے ہوئے کو منانے کے لئے ایسے موقعوں کا سہارا لے لیا جائے تو کچھ ایسا برا بھی نہیں مگر ایک حد میں رہتے ہوئے جیسے کہ ابھی پل کے دو پل میں اس کے اندر باہر کے موسم یکلخت بدل گئے تھے یہ دھند بھری شام اس کی زندگی کی تمام یاسیت اور بے ذاری اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

☆☆☆